بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

بلاغ القرآن

جلد نمبر ۴۹۔ شمارہ نمبر ۶

جون: 2004ء

قرآنِ کریم کو اختراعِ ذہنی کا مرقّع بنانے کی نادر ترین کوشش

بجواب

"نمازِ پنجگانہ کا قرآنی ثبوت"

از علامہ تمنّا عمادی صاحب

ادارہ بلاغ القرآن 110۔ این سمن آباد لاہور

فون: 7551559

Five Times Daily Salat

Salah Prayer Namaz

Proved From the Quran

Syed Hayatul Haq Muhammad

Mohi-ud-Din

(Allama Tamanna Imadi)

[1888-1972]

If you take the things as granted, it is very easy, but if you want to prove them, then it becomes very difficult.

Rana Ammar Mazhar

Balagh Ul Quran

الصلوٰۃ خمسۃ

نمازِ پنجگانہ کا قرآنی ثبوت

از

علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی

ناشر

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳-۷-اے، بلاک نمبر ۱، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۲۱۴۳۹ — ۶۲۷۸۴۰

Three Times Daily Salat Salah Prayer Namaz Proved From the Quran

Reply to Five Times Daily Salat Salah Prayer Namaz Proved From the Quran

By Balagh Ul Quran [June 2004]

افسوسناک خبر   **تعزیت**

آہ! میاں عبدالحمید اس دنیا میں 96 بہاریں گزار کر 11 مئی 2004ء بروز منگل اپنے احباب ولواحقین کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داغِ مفارقت دے گئے۔ وہ عملی زندگی کے قائل تھے۔ کہا کرتے تھے کہ قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔۔۔۔ قرآن حکیم کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنی جوارِ رحمت میں لے لے گا۔ اللہ رب العلمین اُن کے احباب ولواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ میاں عبدالحمید کی یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔

ڈاکٹر ارشد بن میاں عبدالحمید

فون: 7821234

وانزلنا اليكم نورا مبينا

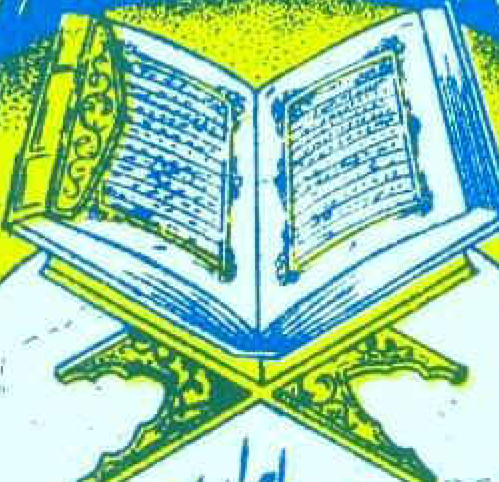

ماہوار

بلاغ القرآن

اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه اولياء

اتباع کرو اس کا جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور چھوڑ دو اس کے علاوہ تمام دینی دوستوں کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

پیش لفظ

محترم علامہ تمنا عمادی صاحب نے ادارہ بلاغ القرآن کے شائع کردہ پمفلٹ ''الصلوٰۃ'' کے جواب میں کتاب ''نماز پنجگانہ کا قرآنی ثبوت'' 1972ء میں شائع کی تھی۔ جس کا جواب اُسی سال بلاغ القرآن کی مختلف اقساط میں شائع کیا تھا جسے اب باقاعدہ پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اس میں قرآن کریم سے نماز کے پانچ وقت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر ہوا یہ کہ پانچ وقت قرآن کریم سے کیا ثابت ہوتے اُلٹا انہوں نے قرآن کریم کو روایات کا محتاج اور ذاتی اختراعات کا مرقع بنادیا ہے۔ علامہ صاحب نے قرآن کریم سے پانچ نمازیں ثابت کرنے کے لئے جو سورۃ طٰہٰ کی آیت 130 پیش کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو اختراع ذہنی کا مرقع بنا کر، اس کتاب کا وہ مقام ہی ضائع کردیا ہے جو عالمگیر ضابطۂ حیات کی حیثیت سے خود اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ هُدًى لِّلنَّاس 2/185 ہے لا ریب ہے 2/2 مفصل ہے 6/114 مکمل ہے 6/115 آسان ہے 54/17,23,32,40 کافی ہے 29/51 مفسر ہے 25/33 اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں 18/1

لیکن محترم علامہ صاحب نے پانچ نمازوں کے ثبوت کا جو انداز و اسلوب اختیار اور آیت نمبر 20/130 کا جو مفہوم پیش کیا ہے اس کے ساتھ مندرجہ بالا اللہ تعالیٰ کے تمام دعوؤں کی تکذیب کردی ہے جس کے ثبوت کے لئے ہم محولہ بالا آیت اور علامہ صاحب کا مفہوم آگے صفحات ۲۴۔۲۶ پر پیش کریں گے۔

علامہ صاحب نے نماز کو پانچ ادوار میں تقسیم کر کے لکھا ہے کہ جب آپ اکیلے تھے تو آپ پر چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز فرض ہوئی تھی۔ جب کچھ آدمی آپ کے ساتھ مل گئے تو دو نمازیں فرض کردی گئیں۔ مگر صحابہ کرامؓ کافروں کے خوف سے چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے اس طرح جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اور خوف کم ہوتا گیا۔ توں توں نمازوں کی تعداد دو سے تین، تین سے چار اور چار سے پانچ کی آخری حد تک پہنچ گئی۔

اس طرح نمازوں کی تعداد کے ضمن میں محترم علامہ صاحب کا پیش کردہ اصول یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر لوگ مسلمان ہونے شروع نہ ہوتے تو ایک ہی نماز فرض رہتی یعنی محترم موصوف کے مطابق لوط کو چونکہ صحابہ کی جماعت میسر نہیں آئی تھی اس لئے اُن پر صرف ایک ہی نماز فرض رہی تھی۔ اور اسی طرح صحابہ کی تعداد کی کمی بیشی کے مطابق کسی نبی پر ایک، کسی پر دو، کسی

پر تین، کسی پر چار اور کسی پر پانچ نمازیں فرض ہوتی رہی تھیں۔ یہ محترم علامہ تمنا عمادی صاحب کا سمجھا ہوا نہ بدلنے والا دینِ الٰہی، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بڑے دعوے کے ساتھ اعلان کر رکھا ہے:۔ لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ 10/64 اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے بدلنا ہے ہی نہیں ۔وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ 6/34,115 اور اللہ کے احکام کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔حتیٰ کہ خود میری طرف سے بھی بات بدلی نہیں جاتی:۔مَا يُبَدَّلُ الْقَوۡلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ 20/29

غارِ حرا میں دس وحیاں۔ چار قرآنی اور چھ غیر قرآنی

محترم علامہ تمنا عماری صاحب نے یہ تصور پیش کیا ہے کہ رسولؐ نے قبل نبوت کی زندگی میں رہبانیت اختیار کر رکھی تھی۔ آبادی سے میلوں دور ایک پہاڑ کی غار میں چلے جاتے تھے۔ کیوں جاتے تھے؟ اللہ اللہ کرنے؟ نہیں۔ علامہ صاحب کا کہنا ہے غار حرا میں دس وحیاں نازل ہوئی تھیں جن کے حوالہ جات محترم موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ 34 تا 43 پر درج کرنے کے بعد صفحہ 43 پر بالفاظ جلی لکھا ہے:۔

تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ غرض کو حرا میں دس وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ جبریل اتریں جن میں سے چار وحی قرآنی میں اور چھ غیر قرآنی'' اس سے آگے محترم نے عین متصلاً تحریر فرمایا ہے کہ:۔

''میں نے جو کچھ لکھا ہے درائتِ قرآنیہ سے لکھا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے۔۔۔۔۔ اگر میں نے کوئی بات غلط لکھی ہے تو وہ میری خطاءِ اجتہادی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ علیم ''بذات الصدور ہے''۔۔۔۔ اس پر ہماری گذارش ہے کہ علامہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس پر اقتباس بالا کے دیئے الفاظ میں خود آپ کو بھی یقین نہیں۔ اور اسی بے یقینی کا آپ نے صفحہ 43 پر ماضی حکیہ کے صیغے میں کھل کر اقرار فرمایا ہے کہ گمان غالب ہے کہ یہ وحی ضرور نازل ہوئی ہوگی۔

اب غور فرمائیں کہ **نازل ہوئی ہوگی** کا جملہ شک کا فائدہ دیتا ہے یقین کا نہیں۔ پھر آپ نے جو درائتِ قرآن کا ذمہ لیا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ سرِ فہرست قرآن میں غار حرا کا نام تک موجود نہیں جسے محترم موصوف نے اپنے دلائل کی اساس مقرر کیا ہے۔

محترم علامہ صاحب کے عشرۂ کاملہ پر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب علامہ صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے'' نمازِ پنجگانہ کا قرآنی ثبوت'' تو پھر غار حرا کے سو فیصدی فرضی قصے کا سہارا کیوں لیا گیا ہے جبکہ قرآن کریم میں نہ حرا کا نام ہے اور نہ ذکر، نہ اشارہ نہ کنایہ؟

☆ المختصر اب ہم محترم موصوف کا پیش کردہ عشرہ کاملہ زیر بحث لائیں گے یعنی آپ کی پیش کردہ غیر قرآنی اور چار قرآنی وحیوں پر نمبر وار تبصرہ پیش خدمت ہے۔

سب سے پہلی غیر قرآنی وحی

☆ محترم موصوف نے صفحہ ۳۵ سطر ۱۸ پر غار حرا کے فرضی قصے کے ضمن میں لکھا ہے:۔ ''سب سے پہلی وحی انہوں (جبریل) نے تلقین ایمان کی پیش کی۔ جو قرآنی آئت کی صورت میں نہ تھی بلکہ غیر قرآنی وحی تھی۔ اسلئے کہ قرآنی وحی تو نبوت ملنے کے وقت ہی پیش کی جاسکتی تھی (عطاء) نبوت سے پہلے آپ کا مومن ہونا ضروری تھا۔'' (العیاذ باللہ)

☆ اس اقتباس میں محترم موصوف نے یہ تاثر دیا ہے کہ رسولؐ قبل نبوت کی طویل زندگی میں مومن نہیں تھے۔ اسلئے آپکو خلعت نبوت عطا کرنے سے پہلے مومن بنانا ضروری تھا۔ سورہ تغابن میں مومن کی ضد کافر بتائی گئی ہے۔ 64/2 لیکن رسول کی قبل نبوت کی زندگی کو کفر کے کھاتے میں ڈالنے کی جرأت بیباک محترم موصوف جیسے حضرات ہی کر سکتے ہیں جو صرف غیر قرآنی وحی منوانا چاہتے ہیں۔ خواہ رسول کو قبل نبوت غیر مومن ہی بتانا پڑے۔۔۔ محترم علامہ صاحب نے سب سے پہلی وحی کو غیر قرآنی اسلئے تجویز کیا ہے تا کہ ہونیوالے نبی کو مومن بنا کر قرآنی وحی کیلئے تیار کیا جا سکے۔ واضح رہے کہ اقتباس بالا کے خط کشیدہ الفاظ میں اس مخصوص امر کا انکشاف کیا گیا ہے'' کہ قرآنی وحی تو نبوت ملنے کے وقت پر ہی پیش کی جاسکتی تھی۔ (عطاءِ) نبوت سے پہلے آپکا مومن ہونا ضروری تھا'' دیکھئے ان الفاظ میں علامہ صاحب نے یہ اصول متعین کیا ہے کہ غیر قرآنی وحی کا تعلق غیر مومن اور غیر نبی کیساتھ ہے اور قرآنی وحی کا تعلق نبی کیساتھ ہے تو اسطرح علامہ صاحب کے اپنے اصول کیمطابق عطاءِ نبوت کے بعد غیر قرآنی وحی کی ضرورت ختم ہو چکی تھی کیونکہ بقول علامہ صاحب اب رسولؐ مومن ہو چکے تھے۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ علامہ صاحب موصوف اپنی پانچ نمازوں کی مہم کو کامیاب کرنے کیلئے اپنے خود پیش کردہ اصول کے خلاف عطاءِ نبوت کے بعد بھی غیر قرآنی وحی کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں حقیقت یہ کہ اہل روایات کا کوئی اصول ہے ہی نہیں۔

☆ قبل نبوت کی زندگی میں کیا آپؐ مومن نہیں تھے؟ نبیؐ قبل نبوت بھی کافر نہیں تھے۔ زمانہ قبل نبوت میں خود اہل کتاب میں بھی صلوٰۃ گزار مومن موجود تھے۔ (3/113) انہوں نے جب قرآن سنا تو وفور شوق سے انکی آنکھوں میں آنسو آگئے قرآن پر ایمان لے آئے 5/83 اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے 28/53 اسی طرح رسول بھی قبل نبوت کی زندگی میں مسلمان تھے کافر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کو اپنی قبل نبوت کی زندگی کو کافروں کے سامنے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پیش کرنیکا حکم دیا ہے۔ 10/16 لیکن محترم علامہ صاحب نے ان قرآنی دلائل کے

خلاف رسول کو قبل نبوت کی زندگی میں ایمان سے خارج کر دیا ہے اس پر انہوں نے وہی آیت مجیدہ بطور دلیل پیش کی ہے جو علماءِ روایات، تصریفِ آیات کے قرآنی اسلوب سے بے بہرہ ہونے کی بدولت صدیوں سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ آیت ہے مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ 42/52 اس کا معنیٰ محترم موصوف نے صفحہ 16 سطر 13 پر بالفاظِ ذیل لکھا ہے:۔ ''اے رسولؐ! تم تو واقف بھی نہ تھے کہ منزل من اللہ کتاب کیا ہے (کیسی ہوتی ہے) بلکہ ایمان کی حقیقت سے بھی نا آشنا تھے ۔۔۔ جو شخص ایمان کی حقیقت خود نہیں جانتا۔ اُس کو حقیقت ایمان سے پوری طرح واقف کے بغیر اور اُسے **مومن** بنائے **بغیر** نبوت و رسالت کا اہم ترین منصب کیونکر دیا جا سکتا ہے''۔

☆ دیکھا آپ نے کہ اس قرآنی شہادت کے باوجود کہ زمانہ ءِ نزولِ قرآن کے وقت نماز گزار مومنوں کی ایک جماعت موجود تھی 3/113، قرآن سُنا تو اُن کی آنکھوں سے وفورِ شوق سے آنسو بہہ نکلے 5/83، انہوں نے اعلان کیا کہ قرآن حق ہے اور ہم اس سے پہلے کے مسلمان ہیں 28/53۔ پھر بھی ''مومن بنائے بغیر کے الفاظ'' میں کس طرح رسول کو قبل نبوت کی زندگی میں غیر مومن ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ آئت بالا 42/52 کا مذکورہ مفہوم صرف اس لئے لے لیا گیا ہے کہ محترم علامہ صاحب تصریفِ آیات کے قرآنی اسلوب کے منکر ہیں۔ تصریفِ آیات کے مطابق اس آیت کی مفسر آیت ذیل ہے:۔

☆ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ 28/86 اور اے رسول! آپ کو یہ امید نہیں تھی کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائیگی۔ مگر یہ نزولِ کتاب آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے ۔۔۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کو بھی نگاہوں کے سامنے رکھیں:۔

☆ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ 28/51 اور بیشک ہم نے اپنے قول کو باہم متوصل کر دیا ہے تا کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں ۔۔۔ پس اس ہدایتِ الٰہی کے مطابق مذکورہ بالا ہر دو آیات کریمات 42/52 اور 28/86 کو باہم متوصل کیا جائے تو ذیل کا صحیح مفہوم نکھر کر عیاں ہو جاتا ہے:۔

☆ ''اے رسول! آپ کو اس امر کی نہ خبر تھی نہ امید کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائے گی اور نہ اس چیز پر آپ کا ایمان ہی تھا۔ سوائے اس کے کہ آپ پر نزولِ کتاب آپ کے پروردگار کی ایک رحمت ہے'' ۔۔۔ پس اگر محترم علامہ صاحب قرآنی اسلوب تصریف و توصیلِ آیات پر ایمان رکھتے تو رسول سلام علیہ کو قبل نبوت کی اُس طویل زندگی میں ہرگز خارج از ایمان ثابت نہ کرتے، جسے خود اللہ تعالیٰ نے کافروں کے سامنے بطور نمونہ پیش کرنے کا حکم دیا تھا:۔

☆ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ 10/16 اے رسولؐ! ان سے کہئے گا کہ میں نے تمہارے درمیان ایک عمر گزاری ہے۔ تم کیوں عقل نہیں کرتے۔ کیا تم نے میری قبل نبوت کی زندگی میں کوئی عیب دیکھا ہے؟ ہم پوچھتے ہیں کیا یہ خارج از ایمان کی زندگی بطور دلیل پیش کی گئی تھی؟ العیاذ باللہ!

نقل کفر کفر نہ باشد: علامہ صاحب کے ملبعز اونظریہ کیمطابق رسولؐ قبل نبوت کی زندگی میں چونکہ مومن نہیں تھے۔ اسلئے بقول محترم موصوف رسول کو بذریعہ اولین غیر قرآنی وحی مومن کیا گیا۔ مگر افسوس ہے کہ علامہ صاحب نے اس کیلئے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ رسول کو مومن کرنیوالی غیر قرآنی وحی، بخاری مسلم یا کافی کلینی وغیرہ نام نہاد غیر قرآنی وحی کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں موجود ہے۔ حقیقت یہ کہ جو چیز ادارہ بلاغ القرآن کے پمفلٹ ''الصلوٰۃ'' کے جواب کیلئے بروقت وضع کرلی گئی ہو۔ اسکا حوالہ کہاں سے میسر آسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حوالہ پیش نہیں کیا گیا کہ رسولؐ قبل نبوت مومن نہیں تھے۔

دوسری اور تیسری قرآنی وحی ہے بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ کی:۔ ☆ محترم موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶ سطر ۵ پر لکھا ہے کہ:۔ ''پہلی وحی قرآنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی اور دوسری سورۃ فاتحہ کی ہوئی جس کو عام وحی کے اعتبار سے دوسری اور تیسری وحی سمجھئے''۔ اس اقتباس میں غیر قرآنی وحی کا نظریہ تو 36/69 کیمطابق ہے ہی غلط۔ اس کے سوا علامہ صاحب نے ٹھیک لکھا ہے کہ رسولؐ پر جو پہلی وحی ہوئی وہ سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ الرحمٰن کی تھی۔ سورہ فاتحہ کا نام ہی اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب سے پہلے وحی یہی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس سے الگ نہیں ہے۔ علامہ صاحب نے خواہ مخواہ عشرۂ کاملۂ کی گنتی پوری کرنے کیلئے پہلے تلقین ایمان کے نام سے ایک غیر قرآن وحی تراش لی ہے۔ اور اس کے بعد بسم اللہ سمیت سورہ فاتحہ کو جو ایک ہی وحی ہے دو بنا دیا ہے۔ المختصر! رسولؐ پر جو اولین وحی نازل ہوئی وہ سورہ فاتحہ کی تھی۔ غار حرا کا فرضی قصہ اور سورہ علق کی پہلی پانچ آئتوں کو اوّلین وحی بلا بسم اللہ قرار دینا کتب روایات کی اختراعات میں سے ہے۔ محترم علامہ صاحب نے عام محدثین سے اختلاف کرکے اوّلین تنزیل جو سورہ فاتحہ کو تسلیم کیا ہے۔ اگر اس سے غار حرا کا فرضی قصہ الگ کر دیا جائے تو یہ عین درائت قرآنیہ کیمطابق ہے۔

☆ کتاب کے اس صفحہ ۳۶ سطر ۷ پر محترم موصوف نے لکھا ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین ۔۔۔ الخ کو اگرچہ اول وحی قرآنی عام محدثین واہل سیر نہیں لکھتے ہیں۔ مگر بعض روائتیں اسکی، تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہیں۔ مگر روائتی ضعف سے نفس حدیث جو درایۃً صحیح ہو ضعف نہیں ہوسکتا''۔۔۔ اس اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ محدثین واہل سیر روائت

موجود تو ہے لیکن اُسے محدثین نے مرسل یعنی ضعیف ٹھہرا کر رد کر دیا ہے۔ اس پر محترم موصوف نے اسی صفحہ کے فٹ نوٹ میں سطر ۱۹ پر لکھا ہے:۔

☆ ''اگر راویوں کے ثقہ ہونیکے باوجود محض اس کا مُرسل ہونا اسے ساقط الاعتبار قرار دینے کیلئے کافی ہے تو سورہ علق کی ابتدائی آئتوں کی جو روائت زہری سے ہے اس میں تو مرسل ہونے کیساتھ ساتھ مزید دو خامیاں بھی ہیں پھر اسے ساقط الاعتبار کیوں نہیں کہا جاسکتا''۔

دیکھا آپنے! یہ ہے روائتوں کو مسائل کی اساس ٹھہرانے کا نتیجہ کہ :۔

☆ محترم علامہ صاحب کیمطابق سورہ فاتحہ کو اولین وحی بتانیوالی اور سورہ اقراء کی پہلی آئتوں کو اولین وحی قرار دینے والی دونوں روائتیں فنِ حدیث کیمطابق ساقط الاعتبار ہیں بلکہ سورہ اقراء والی روائت میں بقول علامہ صاحب مزید دو خامیاں بھی موجود ہیں۔ مگر دونوں میں سے محدثین واہل سیر نے اُس کو کیوں قبول کیا ہے۔ جسمیں دوسری کی نسبت مزید دو خامیاں پائی گئی ہیں؟

☆ صرف درائتِ قرآنیہ کی مخالفت کیلئے کہ سورت فاتحہ جو اسم بامسمّٰی یعنی اولین سورت کے نام سے موسوم بھی ہے۔ اور مشاہدہ کی رُو سے قرآن کریم میں پہلے نمبر پر موجود بھی ہے۔ اُسے خلاف درائت پہلی سورت نہ مانا جائے۔ اور سورہ علق نمبر ۹۶ کی صرف پانچ آئتوں کو نزول کی رُو سے پہلے نمبر پر لا کر قرآنِ کریم کو اقوام عالم کی نظروں میں گرا دیا جائے۔ اسلئے اُس روائت کو قبول کر لیا گیا ہے جو فن حدیث کی رُو سے مرسل ہونے کی بدولت نہ صرف ساقط الاعتبار ہے بلکہ اسمیں مزید دو خامیاں بھی ہیں۔

☆ افسوس ہے کہ محترم علامہ عمادی صاحب خود بھی قرآن کریم کو اسطرح تسلیم کرتے ہیں کہ پہلی سورتوں میں پچھلی آئتیں گھسی ہوئی ہیں اور پچھلی سورتوں میں پہلی آئتیں داخل کر دیگئی ہیں۔ ثبوت آٹھویں وحی کے عنوان میں آگے آرہا ہے۔

چوتھی وحی قرآنی :۔

صفحہ ۳۶ سطر ۱۰ پر لکھا ہے کہ:۔ ''چوتھی وحی قرآنی'' سورہ علق کی پہلی پانچ آئتوں کی ہوئی۔ اس کی غرض آپؐ کو لکھنے پڑھنے کی صلاحیت والا بنا دینا تھا۔''

پانچویں وحی غیر قرآنی :۔

☆ اسی صفحہ کی سطر ۱۳ پر لکھتے ہیں:۔ ''پانچویں وحی''۔ بذریعہ غیر قرآنی وحی آپؐ کو تعلیم قرأت دی یعنی آپ ﷺ میں بالفعل پڑھنے کی صلاحیت پیدا کر دی''۔۔۔۔ ان دونوں وحیوں یعنی چوتھی قرآنی اور پانچویں غیر قرآنی کی ایک ہی غرض درج ہے:۔ ''آپؐ کو لکھنے پڑھنے کو صلاحیت والا بنا دینا''۔۔۔ آپؐ میں

بالفعل پڑھنے کی صلاحیت پیدا کردی''۔ اب ایک ہی غرض کیلئے الگ الگ قرآنی اور غیر قرآنی دو وحیاں کیوں؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ اہل روایات کا اپنا ذہنی اختراع ہے۔۔۔ سورہ علق کی ابتدائی آیات کے متعلق علامہ صاحب کا نظریہ عام علماء روایات سے الگ ہے کہ جبریل نے رسول ﷺ کے سامنے سبز رومال میں لپٹا ہوا مدوّن نسخہ قرآن پیش کر کے کہا تھا پڑھ۔ لیکن آپ نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس پر اس نے آپ کو بازوؤں میں دبایا اور پھر کہا پڑھ لیکن آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر اُس نے پھر دبایا اور کہا پڑھ مگر آپ نے پھر وہی جواب دہرایا۔ لیکن جب جبریل نے تیسری مرتبہ معانقہ کیا تو آپ نے سبز رومال والے مدوّن نسخے میں سے سورہ علق کی پہلی پانچ آئتیں پڑھکر سنادیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ:۔

۱۔ جب بقول اہل روایات رسولؐ اَن پڑھ تھے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ اَن پڑھ کو کتاب پڑھ کر سنانے کا حکم کیوں دیا؟

۲۔ پھر اگر جبریل کے تین مرتبہ کے معانقہ سے رسولؐ نے پڑھا ہوا ہو جانا تھا تو تین مرتبہ معانقہ پہلے ہی کیوں نہ کرلیا گیا؟ تا کہ جب آپؐ پڑھنے کے قابل ہو جاتے تو پھر کہا جاتا پڑھ۔ آپ پڑھ دیتے اور تین مرتبہ کا فعل عبث اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب نہ ہوتا

۳۔ پھر قرآن کریم کیمطابق ملائکہ ساجد اور آدم مسجود ملائک ہے ۲/۳۴۔ نوع انسانی کی افضل ترین جماعت کے خاتم النبیین پر جبریل کی یہ فضیلت کس قرآنی درائت کیمطابق تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اس کے معانقہ میں یہ خوبی ہو کہ اس سے اَن پڑھ پڑھا ہوا ہو جاتا ہو۔

۴۔ کیا جبرئیل اُس مدوّن نسخہ قرآن کو واپس لے گے تھے یا رسول کو دے گئے تھے۔

۵۔ اگر وہ مدوّن نسخہ قرآن رسول کو دے گئے تھے تو آپ نے اُسے اُمت کو کیوں نہ دیا؟ کیا رسولؐ نے اُسے ضائع کر دیا تھا؟

۶۔ اگر جبریل اُسے واپس لے گئے تھے تو کیا وہ نسخہ صرف پانچ آیتیں پڑھانے اور صرف ایک جھلک دکھانے کیلئے لایا گیا تھا؟ وہ کیوں نہ رسول کو دیدیا گیا تا کہ اُس نسخہ امام کے مطابق سینکڑوں اور ہزاروں نسخے لکھوا لئے جاتے اور بقول روایات جنگِ یمامہ کے بعد صحابہ کرامؓ کو ایک ایک آئت کر کے اور ہر آئت پر دو دو گواہیاں لیکر قرآن مجید جمع نہ کرنا پڑتا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب روائتیں اہل تصوّف کی تراشیدہ ہیں جو معانقہ کے طبعزاد نظریہ کی بدولت سادہ لوح عوام کو صدیوں سے لُوٹتے چلے آرہے ہیں کہ باطنی علم اُن کے سینے میں محفوظ ہوتا ہے۔ وہ جسے چاہیں سینے سے لگا کر اَن پڑھ سے عالم، جاہل سے عارف اور چور سے قطب بنا سکتے ہیں۔

چھٹی وحی غیر قرآنی:۔ ☆ صفحہ ۳۷ سطر ۲ پر لکھا ہے:۔ ''چھٹی غیر قرآنی'' ۔بذریعہ قلم آپؐ میں لکھنے کی صلاحیت پیدا کر دی'' ۔واضح ہے کہ یہ نام نہاد غیر قرآنی وحی بھی سابقہ وحی ہی کی قسم کی ہے کہ سینے سے لگا کر پڑھنا سکھا دیا اور قلم ہاتھ میں دی تو لکھنا آ گیا۔ اسلام میں ایسے چیستانیات کی گنجائش نہیں ہے ۔فنی امور انداز ہی سے سیکھے اور سکھائے جا سکتے ہیں روشن دماغ افراد بہت جلد پڑھ لکھ جاتے ہیں۔ مگر کند ذہن برسوں رگڑتے رہتے ہیں۔ اسکے برعکس یہ نہیں ہوسکتا کہ ابجد سے شروع کئے بغیر پڑھنا آ جائے اور قلم تھما دیں تو لکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

☆ محترم علامہ صاحب نے صفحہ ۲۸ پر عام علماء روایات کے عقیدہ کیخلاف ثابت کیا ہے کہ آنحضور اَن پڑھ نہیں تھے۔ اس پر آپ آئت ذیل بطور دلیل لائے ہیں:۔ **وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ 29/48**: آپ اِس کتاب سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ دائیں ہاتھ سے کوئی کتاب لکھتے تھے۔ (اس کتاب کو آپ پڑھتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں)۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے چیستانی طور پر لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ آپکے کفیل حضرات کو کیوں اِس جرم کا مجرم گردانا جائے کہ انہوں نے آپکو بچپن میں لکھنا پڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ اس سوال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ انبیاء کا کوئی استاد نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک عجیب نظریہ ہے کہ انبیاء کے ماں باپ تو ہو سکتے ہیں اُستاد نہیں ہو سکتا۔ کیا ماں اُستاد نہیں ہوتے۔ پھر موسیٰؑ نے جو شہزادہ مصر کی حیثیت سے فرعون کے محلات میں پرورش پائی تھی۔ کیا انہیں مختلف علوم وفنون کیلئے مختلف اساتذہ کے سپرد نہیں کیا گیا تھا؟

☆ آئت بالا **29/48** وَمَا كُنتَ تَتْلُوا ..... الخ کا یہ مفہوم ہے کہ رسول کو اُس دور کے لڑیچر سے مطلقاً کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ اس عدم لگاؤ کی بدولت نہ آپ اُس دور کی کوئی کتاب پڑھا کرتے تھے نہ لکھا کرتے تھے۔ اَن پڑھ نہیں تھے۔ جب قرآن کریم کی وحی شروع ہوئی تو اُسے لکھنا بھی شروع کر دیا اور پڑھنا بھی شروع کر دیا۔ فنِ قرأت و کتابت کے سیکھنے کا آپکا انداز وہی تھا۔ جو روشن دماغ بچوں کا ہوتا ہے کہ سبق نوکِ زبان یاد ہے اور استاد عزت کرتے ہیں۔

ساتویں غیر قرآنی وحی:۔ ☆ محترم علامہ صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۷ سطر ۹ پر لکھا ہے:۔ ''ساتویں وحی غیر قرآنی'' کے ذریعہ آپ کو نماز سکھائی گئی'' ۔۔۔واضح رہے کہ محترم موصوف قدم قدم پر جو غیر قرآن وحی کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس سے کھل کر ثابت ہوتا چلا جا رہا ہے کہ آپ اوقات صلوٰۃ یا نماز سے متعلقہ کوئی مسئلہ بھی قرآن کریم سے ثابت نہیں کر سکتے ۔نیز درائت قرآنیہ کو بھی آپ ملحوظ نہیں رکھ رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید سے **3/113** یہ

ثابت ہے کہ زمانہء نبوت کے اہل کتاب سب برابر نہیں تھے۔اُن میں ایک گروہ اللہ کے دین پر قائم تھا جو اللہ کے حضور صلوٰۃ بھی ادا کرتے تھے۔اسی طرح رسول بھی کافر اور بے نماز نہیں تھے۔آپ بھی نماز پڑھتے تھے۔زمانہء نزولِ قرآن تک جو خامیاں دین اللہ میں عقائد واعمال کی رُو سے پیدا کرلی گئی تھیں۔قرآن کریم میں اُنکی درستی کرادیگئی ہے۔قرآن بتاتا ہے کہ لوگوں نے زمانہءِ رسالتِ محمدی سے قبل نماز کو بگاڑ کو تالیوں اور سیٹیوں کی شکل دیدی ہوئی تھی:۔

مَا كَانَ صَلاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً و تَصْدِيَةً 8/35 : نہیں تھی انکی نماز بیت اللہ کے قریب مگر تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔لیکن دوسری طرف اُسی زمانہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے:۔

☆ لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ٥ 3/113 اہل کتاب سب ایک سے نہیں ہیں۔اُن میں سے ایک گروہ اللہ کے دین پر قائم ہے جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آئتیں پڑھتے اور اللہ کے حضور سجدہ صلوٰۃ بجالاتے ہیں۔۔۔پس رسولؐ بھی کافر نہیں تھے۔دین اللہ پر قائم صلوٰۃ گزار مومن تھے۔نماز پہلے بھی پڑھی جاتی تھی، جہاں کوئی خامی واقع ہوچکی تھی قرآن کریم نے اُس میں درستی کردی تھی۔پس جس طرح غار حرا کا قصہ فرضی ہے۔اسی طرح غارِحرا میں یا اُس کے باہر جبریل کا نماز سکھانا بھی محض اختراعی نظریہ ہے۔

آٹھویں قرآنی وحی:۔

☆ محترم علامہ صاحب نے صفحہ ۳۸ سطر ۴ پر لکھا ہے" آٹھویں وحی (چوتھی وحی قرآنی) یہ آئت اُتری اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ..... ۴۵/۲۹ اس کتاب سے جو آپکی طرف وحی کی گئی ہے اسکی تلاوت کیا کرو اور جو نماز ابھی سکھائی گئی ہے اس نماز کی پابندی قائم رکھو"۔۔۔اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کے تصور کیمطابق سبز رومال میں لپٹی ہوئی جس کتاب سے آپکو سورہ علق کی پانچ آئتیں پڑھوائی گئی تھیں اُسکی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ وہ کتاب آپکو دیدی گئی تھی۔اور بات بھی اسی طرح بنتی ہے کہ اگر کوئی لکھا لکھایا نسخہ قرآن لایا گیا تھا تو وہ آپکو دیدیا ہوگا۔جسکی مخصوص تلاوت کیلئے علامہ صاحب کے طبعزاد چیستان نے قرآن مجید کی ۲۹ ویں سورہ عنکبوت جسے خود آپ نے صفحہ ۴۶ پر ترتیب نزول کی ۸۵ نمبر کی سورت لکھا ہے۔اُسکی ۴۵ نمبر کی آئت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نزول وحی کے انتہائی پہلے دن نازل ہوئی تھی۔افسوس ہے کہ آپنے یہ نہیں بتایا کہ آئت مجیدہ سبز رومال میں لپٹے ہوئے نسخہءِ قرآن میں کہاں لکھی ہوئی تھی۔اور جو مدوّن نسخہءِ قرآن رسولؐ کو پہلے دن دیا گیا تھا اُسے آپنے کہاں گم کردیا تھا؟

☆ واضح رہے کہ اہل روایات نے قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کو اس طرح بے ہنگم قرار دے رکھا ہے کہ اسکی سورتیں اور آئتیں اس بری طرح آگے پیچھے کردیگئی ہیں کہ مذکورہ بالا آئت اُتْلُ مَا اُوْحِيَ ۔۔۔الخ اور سورہ علق کی پہلی پانچ

آئتیں جو نزول اوّل بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک کو ۲۹ نمبر سورت کی آئت نمبر ۴۵ پر رکھدیا گیا ہے۔ اور دوسری کو ۹۶ نمبر سورت میں پہنچادیا ہے، یہ تصور صرف قرآن کریم کی اہمیت کو ختم کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ حالانکہ نام نہاد ترتیب نزول کے متعلق علامہ صاحب نے خود ۴۶ سطر ۱۲ تا ۱۵ پر لکھا ہے کہ:۔ " زمانۂ نزول اور ترتیب بتانے میں بھی اکثر محض قیاس سے مفسرین نے کام لیا ہے۔ مگر وہ زمانہ روایات گرم بازاری کا تھا۔ کئی لوگ اپنے قیاسات کے نتائج کو کسی صحابی کیطرف منسوب کر کے اسکی روائت کرتے رہتے تھے۔"

☆ اللہ جانے روایات کا بازار گرم کرنیوالے لوگ کس قسم کے مسلمان تھے جنہوں نے بقول علامہ صاحب محض قیاس سے ترتیبِ نزول متعین فرمائی اور اُسے رسول اکرم کے کسی نہ کسی صحابی کیطرف منسوب کردیا۔ العیاذ باللہ

ترتیب قرآن: واضح رہے کہ اہل روایات نے ترتیب نزولی کا طبعزاد شاخسانہ کھڑا کر کے اقوام عالم کے سامنے قرآن کریم کی اہمیت ختم کر کے رکھدی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم اسی ترتیب کیمطابق نازل ہوا تھا جسمیں اہل عالم کے سامنے موجود ہے۔ اس عنوان پر مکمل بحث کی اسوقت گنجائش نہیں۔

رجوع الی المطلب:۔ محترم علامہ صاحب نے آٹھویں وحی کے طور پر جو آئت مجیدہ پیش کی ہے اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ 29/45 اس اسے آپ نے چوبیس گھنٹوں میں ایک نماز پڑھنے کا حکم اخذ کیا ہے۔ جو علم کی انتہائی توہین ہے۔ اسمیں دن رات میں صرف ایک نماز کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ ہر نماز میں صرف قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے اس آئت مجیدہ پر مزید بحث آگے آرہی ہے جس میں ذیل کی تمام آیات کریمات پر بالترتیب بحث کی جائیگی جو علامہ صاحب نے اپنے طبعزاد نظریہ کیمطابق پیش کی ہیں کہ پہلے ایک نماز کا حکم دیا گیا تھا۔ 29/45 پھر دو نمازوں کا 52/48-49 پھر تین کا 50/39-40 پھر چار کا 11/114 اور پھر پانچ کا 20/130

نانویں غیر قرآنی وحی ☆ اس طرح بقول علامہ صاحب آٹھویں وحی میں جب نماز کا حکم دیا گیا تو اس سے آگے محترم موصوف نے صفحہ ۴۲ سطر ۱۰ پر لکھا ہے:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو قبل اس کے آپ تحریمہ باندھیں حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کی وحی اپنے لفظوں میں پہنچائی (۱) یعنی غیر قرآنی وحی پیش کی کہ رُخ بیت المقدس کیطرف کر کے نماز پڑھیے۔ (۲)" ☆ اس اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ نمبر ۱ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو اپنے لفظوں کیساتھ کیوں تبدیل کیا؟ ۔۔۔۔ واضح رہے کہ اہل روایات کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ

جو چیز قرآن مجید سے ثابت نہ ہوتی ہو اُسے جبریل کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔ جیسے کہ بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرانا چونکہ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اسلئے خط کشیدہ الفاظ نمبر ۲ میں جبریل کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ اُس نے ذیل کے اپنے قطعی اور دائمی فیصلے کیخلاف بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم دیا:۔

☆ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ 3/96o بیشک اوّلین گھر جو نوع انسانی کیلئے مقرر کیا گیا وہ مکہ معظمہ میں ہے، جو بابرکت اور پوری نوع انسانی کیلئے جائے ہدائت ہے۔۔۔۔۔۔۔ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اوّلین فیصلے کو منسوخ کب کیا تھا؟۔۔۔۔۔۔ یہ علامہ صاحب کی غیر قرآنی وحی کیا اچھی ہے۔ جس نے قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ کی بجائے بیت المقدس کو اِسلئے قبلہ مقرر کیا گیا تھا کہ اُسوقت بیت اللہ میں بُت رکھے ہوئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو بقول اہل روایات رسولؐ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں نماز کی ایسی سمت کیوں اختیار کیا کرتے تھے جس سے بیت المقدس اور بیت اللہ ایک سیدھ میں آتے تھے۔ کیا اِس طرح بتوں کو سجدہ نہیں ہوتا تھا؟ حقیقت یہ کہ یہ بہت سے جھوٹ اُس ایک جھوٹ کو سچا کرنے کیلئے تراشے گئے ہیں جو اللہ کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ اُس نے بیت اللہ کی بجائے بیت المقدس کیطرف منہ کرنے کا خود حکم دیا تھا۔ حالانکہ قرآن کریم کی رُو سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو کبھی بھی قبلہ ٹھہرایا ہو۔

دسویں غیر قرآنی وحی:۔

☆ یہانتک علامہ صاحب کی پیش کردہ چار قرآنی اور پانچ غیر قرآنی وحیاں معہ تبصرہ ہدیہ قارئین کی جا چکی ہیں جنہیں آپ دیکھ چکے ہیں کہ وہ درائت قرآنیہ اور فہم و فراست دونوں کی میزان پر پوری نہیں اُترتی لیکن ذیل میں آپ دیکھیں گے کہ محترم موصوف نے اپنے ''عشرہ کاملۃ'' کو مکمل کرنے کیلئے دسویں غیر قرآنی وحی جن الفاظ میں پیش کی ہے اُس سے نصف النہار کیطرح ثابت ہو رہا ہے کہ اِس پر علامہ صاحب کسی اور کو کیا یقین دلا سکیں گے، خود آپکو بھی اِس پر یقین نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۴۲ سطر ۱۶ تا ۱۹، اور صفحہ ۴۳ سطر ۱ تا ۶ پر ماضی شکیہ کے الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

☆ ''کوہ حِرا پر چلتے چلاتے آخری دسویں وحی:۔ جب آپ خلعت نبوت و رسالت سے سرفراز ہو چکے تو حضرت جبریل کے اپنے کام سے فارغ ہو کر حضور علیہ السلام سے رخصت ہونیکا وقت آیا تو گمان غالب یہ ہے کہ یہ وحی بھی حضرت جبریل نے رب العٰلمین عزوجل کیطرف سے ضرور پیش کر دی ہو گی کہ اِن واقعات اور اِن وحیوں

میں سے کسی چیز کو بھی صیغہء راز میں نہ رکھا جائے اپنے گھر پہنچ کر گھر کے سب لوگوں کو مطلع کر دیا جائے۔اور وہ لوگ بھی اِن باتوں کو صیغہء راز میں نہ رکھیں۔اگر گھر کے لوگوں سے سُن کر باہر کا کوئی آدمی آ کر حالات پُوچھے تو بغیر کسی جھجک کے پورے حالات بیان کر دینا۔اور اپنی نبوت ورسالت سے ہر پوچھنے والے کو مطلع کر دینا۔اور نماز کی پابندی کو قائم رکھنا۔یہ وحی بھی ضرور ہوئی ہوگی۔''

☆ غور فرمائیگا کہ علامہ صاحب نے یہ پورا اقتباس خود ماضی شکیہ کے الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:۔

☆ ¹ گمان غالب یہ ہے۔ ☆ ² یہ وحی بھی ضرور پیش کر دی ہوگی۔

☆ ³ یہ وحی بھی ضرور ہوئی ہوگی۔ وغیرہ کے ماضی شکیہ کے الفاظ محترم موصوف کے ذہنی شکوک وشبہات اور عدم یقین کا ببانگ دُہل اعلان کر رہے ہیں۔افسوس ہے کہ جن چیزوں پر علامہ صاحب کا اپنا یقین نہیں۔جن کے متعلق خود شک وگمان کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں، اُنہیں اساسِ دین ٹھہرایا جا رہا ہے۔

☆ نیز اِس نام نہاد دسویں وحی میں جو لکھا گیا ہے کہ اِس امر کی وحی بھی کر دی ہوگی کہ گھر جا کر واقعہ کو چھپانا نہیں، ظاہر کر دینا۔اور اگر باہر سے کوئی آدمی آ کر حالات پُوچھے تو بلا جھجک بتا دینا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام نہاد وحی محض اُن من گھڑت واقعات کو سچا کرنے کیلئے تراشی گئی ہے جو بخاری شریف کتاب کیف کان بدء لوحی کے باب میں درج ہیں کہ رسولؐ جب گھر پہنچے تو آپکو بخار ہو گیا آپ لیٹ گئے اور کہا زملونی زملونی مجھے لحاف اڑھاؤ، مجھے لحاف اڑھاؤ۔آخر آپکی زوجہ مطہرہ آپکو معاذ اللہ ورقہ بن نوفل عیسائی راہب کے پاس لے گئیں۔اُس نے بتایا کہ آپؐ کو نبوت دی گئی ہے۔لوگ آپکو مکہ سے نکال دیں گے وغیرہ وغیرہ تو اِس طرح جب گھر کے لوگوں سے سُن کر لوگ رسول کی عیادت کیلئے آئیں تو انہیں بتا دیا جائے کہ آپکو اِس لئے بخار آ گیا تھا کہ آپ کو خلعت نبوت سے نوازا گیا ہے یہ ہے محترم علامہ صاحب کی دسویں غیر قرآنی وحی، اور یہ ہے انتہائی فخر کیساتھ پیش کیا ہوا۔

علامہ صاحب محترم کا عشرہٗ کاملہ، جسے وحی کہا جائے یا اختراع ذہنی کا نادر ترین مرقع

پانچ نمازوں کیلئے الگ الگ پانچ دَور

اب ہم وہ تمام آیات زیر بحث لائیں گے جو علامہ صاحب نے اِس اختراعی تصور کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ پہلے

پہل غارِ حرا پر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کسی بھی وقت پر صرف ایک نماز فرض ہوئی تھی اس کے بعد جب رسولؐ نے تبلیغ شروع کی اور لوگ ایمان لانے لگے اور صحابہؓ کی تعداد بڑھی تو محترم نے صفحہ 80 سطر 11-10 پر لکھا ہے۔ ''جب بیس بائیس مرد عورت سے زیادہ ایمان لے آئے تو ہر شخص پر دو نمازیں فرض ہوئیں۔'' اس طرح اس تصور کے ماتحت کہ صحابہؓ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ مگر جب امیر حمزہؓ اور عمرؓ ایمان لے آئے، صحابہ کی تعداد چالیس اور خوف کم ہو گیا تو علامہ صاحب نے صفحہ 85-84 پر لکھا ہے کہ: ۵ نبوی کے آخر میں غالباً تین وقت کی نماز سب پر فرض ہوئی۔ تو اسی طرح صحابہؓ کی تعداد میں اضافہ کیساتھ ساتھ نمازوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جاتا رہا۔ اسطرح تین سے چار اور چار سے پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ یہ تو خیر گزری کہ علامہ صاحب پانچ کی تعداد پر پہنچ کر رک گئے ہیں۔ ورنہ آپکے اِس اختراع کہ صحابہؓ کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ نمازوں کی تعداد میں اضافہ کے چیستانی اصول کے مطابق جب صحابہؓ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو گئی تھی تو اُسوقت نمازوں کی تعداد بھی کم از کم سو ڈیڑھ سو تک تو ضرور پہنچ جاتی۔

ایک بُنیادی اُصول: واجب الاتباع صرف قرآن مجید ہے۔

☆ اب آیئے! علامہ صاحب کے اُن دلائل کیطرف جو آپ نے الگ الگ بالترتیب ایک تا پانچ نمازوں کیلئے پیش کئے ہیں۔ لیکن چونکہ علامہ صاحب نے جابجا غیر قرآن کا سہارا لیا ہے اسلئے آگے بڑھنے سے پہلے ہم پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی رُو سے غیر قرآن کوئی چیز بھی دین میں سند ہر گز نہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نفی اثبات کے حصر کیساتھ اعلان کر رکھا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو غیر از قرآن کوئی تعلیم دی ہی نہیں۔

☆ وَعَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ٥ 36/69 اور ہم نے اپنے رسول کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ اُسکے شایانِ شان ہے۔ ہم نے جو تعلیم اُسے دی ہے وہ خود بیان کرنیوالا صرف قرآن ہے اور غیر منزل من اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان عام موجود ہے:۔

☆ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ 7/3 ایمان والو! صرف اُسکی اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کیطرف سے نازل ہوا ہے۔ اور اُس اپنے رب کے سوا جھوٹے خیر خواہوں کی اتباع ہر گز نہ کرنا۔

☆ پس ان دو آیتوں 36/69 اور 7/3 کے مطابق ہم سابقہ اقساط (خصوصاً قسط دوم) میں بالوضاحت ثابت کر چکے کہ منزل من اللہ صرف قرآن حکیم ہے۔ اور چونکہ منزل من اللہ کے سوا کوئی اور چیز واجب الاتباع ہے ہی نہیں۔ اِس لئے واجب الاتباع صرف اور صرف قرآن کریم ہے۔ اِس لئے بالصراحت عیاں ہو چکا کہ ہم اُن اختراعات کے جوابات

کے مکلف ہرگز نہیں ہیں جو علامہ صاحب نے از خود وضع کر کے غیر قرآنی وحی کے نام سے اللہ تعالیٰ اور جبریل امین کی طرف منسوب کر رکھی ہیں 36/69 کی قرآنی سند کے مطابق چونکہ اسلام میں غیر قرآنی وحی کے تصور تک کی گنجائش موجود نہیں۔ کوئی بھی غیر قرآنی ذخیرہ ہرگز ہرگز سند نہیں ہو سکتا ہے۔

علامہ صاحب کے متعدد اختراعات معہ توہین رسالت: محترم علامہ صاحب نے غیر قرآن ذخیرے کا سہارا لیکر غارِ حِرا کا غیر قرآنی فرضی قصہ چھیڑ کر تصور دیا ہے کہ وہاں رسولؐ پر چار قرآنی اور چھ قرآنی وحیاں نازل ہوئی تھیں جنہیں علامہ صاحب نے صفحہ 43 پر" تِلکَ عَشَرَۃٌ کَامِلۃ " کے نام سے منسوب کیا ہے علامہ صاحب کے اِس ذہنی اختراع پر تفصیلاً بحث گزر چکی ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ نہ یہ اختراعات دلائل کی میزان پر پورے اُترتے ہیں اور نہ یہ علم وبصیرت اور شان رسالت ہی کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ علامہ صاحب رسول کو معاذ اللہ قبل نبوت کی زندگی میں مومن تسلیم نہیں کرتے اس لئے آپ نے صفحہ 16 پر رسولؐ کے متعلق لکھا ہے کہ:۔" جو شخص ایمان کی حقیقت خود نہیں جانتا۔ اُسکو حقیقت ایمان سے پوری طرح واقف کئے اور اُسے **مومن بنائے بغیر** نبوت ورسالت کا اہم ترین منصب کیونکر دیا جا سکتا ہے۔"

دن رات میں صرف ایک نماز کا ثبوت:۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی غیر قرآنی کے ذریعہ آپکو مومن بنایا گیا تھا۔ اور اس کے بعد دوسری وحی قرآنی کی گئی تھی بسم اللہ شریف کی۔ اور تیسری سورۃ فاتحہ کی۔ اسلئے بعد چوتھی وحی قرآنی آپنے لکھی ہے اِقراء اور ما انا بقاری کے اُس مکالے کی جو سرتاپا توہین باری تعالیٰ اور توہین رسالت پر مبنی ہے۔ لیکن اس روائت میں علامہ صاحب نے یہ جدّت پیدا کی ہے کہ رسولؐ کے سامنے سبز رومال میں لپٹا ہوا قرآن پیش کر کے کہا گیا تھا اِقراء۔ پانچویں وحی غیر قرآنی علامہ صاحب نے یہ بتائی ہے آپکو نماز سکھائی گئی تھی۔ اور اِس کے بعد اپنے ساتویں وحی غیر قرآنی یہ لکھی ہے کہ جبریل نے رسولؐ کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھا دیا اور اِس کے بعد آٹھویں وحی کے طور پر محترم موصوف نے چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز کے ثبوت میں آئت ذیل پیش کی ہے:۔

☆ اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃ 29/45 اس کا ترجمہ آپ نے صفحہ ۱۳۰ سطر 9 پر لکھا ہے:۔ اس کتاب سے جو وحی تمہاری طرف کیگئی ہے۔ اُسکی تلاوت کیا کرنا اور اُس نماز کی پابندی رکھنا (جس کی تمہیں تعلیم دی گئی ہے) اسی کے متعلق صفحہ ۱۳۱ سطر ۸ پر لکھتے ہیں کہ:۔" یہاں بذریعہ الف لام عہد اُسی صلوٰۃ کی پابندی کا حکم ہوا (جو

آپکو پانچویں غیر قرآنی وحی میں سکھائی گئی) مگر کوئی وقت اس کیلئے معین کر کے نہیں بتایا گیا۔ اسلئے ہر چوبیس گھنٹے میں صرف ایکبار کسی وقت فرض رہی۔

☆ واضح رہے کہ جب 36/69 کی قرآنی سند کے مطابق غیر قرآنی وحی وجود ہی ثابت نہیں تو غارِ حرا کے فرضی قصہ اور اسمیں اُس پانچویں غیر قرآنی وحی کے تصور کا بدرجہ اتم بطلان ہو چکا۔ جس میں رسول کو نماز سکھانا بتایا گیا ہے۔

دراصل اس کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے کہ نماز پچھلی اُمتوں میں بھی موجود تھی۔ بعثت محمدی سے ماقبل اہل کتاب کا ایک گروہ مومن بھی تھا اور وہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ رسولؐ خود مومن بھی تھے اور نمازی بھی تھے۔ اسلئے رسول کو نماز سکھانے کا تصور ہی غلط ہے اور دوسری طرف غیر قرآن وحی کا وجود ہی ثابت نہیں۔ تو اسطرح جب رسولؐ کو بذریعہ غیر قرآنی وحی نماز سکھانا ہی غلط ہوا تو الصلوٰۃ کا الف لام بھی عہدی نہ ہُوا۔ بلکہ تعریفی ہوا۔ اور الصلوٰۃ سے مراد وہی قیام رکوع سجدہ ہے جو رسولؐ ادا فرمایا کرتے تھے البتہ اِس آئت میں تاکید یہ کی گئی ہے کہ صلوٰۃ میں صرف قرآن پڑھا جائیگا۔ غیر قرآن ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا جائیگا۔ اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیکَ مِنَ الکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃ 29/45

ایک علمی سوال:۔

☆ یہاں 29/45 سے علامہ صاحب نے چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز کی دلیل اسلئے پکڑی ہے کہ الصلوٰۃ بصیغہ واحد آیا ہے۔ نیز یہاں وقتوں کی تعداد نہیں بتائی گئی تو اس پر ایک علمی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بتکرار کثیر وارد ہوا ہے۔ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ تو اس طرح کیا ہر مقام پر یہ معنی لیا جائیگا کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو؟----- ہرگز نہیں۔ بلکہ عربی علم کا مبتدی بھی صاف سمجھتا ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلیم کردہ پورے اوقات پر نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہو نیز آیت 20/14 میں موسیٰ کے نام اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی کے الفاظ میں اور دوسرا $\frac{21}{17}$ میں لقمان کے وعظ میں یعنی اقم الصلوٰۃ کے الفاظ ہیں۔ اس لئے بتایا جائے کہ کیا موسیٰ کو چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز کا حکم دیا گیا تھا؟ اور کیا لقمان نے اپنے حقیقی بیٹے سمیت اپنے تمام دینی بیٹوں کو چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز کی ادائیگی کی تلقین فرمائی تھی؟ الختصر آئت مجیدہ 29/45 کیساتھ علامہ صاحب نے جو چیستانی شان نزول چسپاں کیا ہے وہ پورے فرضی قصہ حرا سمیت باطل ہے۔ اِس آئت میں چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک نماز کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ صلوٰۃ کے اندر پورے قرآنی اوقات میں صرف قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیکر، نماز میں غیر قرآنی جملوں اور عبارتوں کی تلاوت سے یکسر منع کر دیا گیا ہے۔

چوبیس گھنٹوں میں صرف دو نمازیں: ☆ اس کے بعد علامہ صاحب کے اختراعی اصول کیمطابق جب مسلمانوں کی تعداد بیس بائیس کے قریب ہوگئی تو آپکے نزدیک ایک نماز کا دور ختم ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے صفحہ ۱۳۲ سطر اول پر یہ سُرخی جمائی ہے:۔ ''دوسرا دور جسمیں وقت کے تعین کیساتھ دو وقت کی نماز مومن پر فرض ہوئی''۔ اس کے ثبوت کیلئے آپنے آئت ذیل پیش کی ہے:۔

☆ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ○ 52/48-49 محترم موصوف نے اسکا یہ ترجمہ لکھا ہے:۔ ''تو اپنے رب کے حکم (کی تعمیل) پر ثابت قدم رہو۔ (مخالفتوں سے ڈرو نہیں) کیونکہ تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ اور (نماز کے ذریعہ) اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح ادا کرو جس وقت تم (صبح کو) سو کر اٹھو (۱)۔ اور رات کے کسی حصے میں پھر (اپنے) اس (رب) کی تسبیح (۲) نماز (نماز کے ذریعے) ادا کرو۔ اور جس وقت تارے پچھلے (۳) پاؤں پھرنے لگیں (یعنی وسط آسمان میں آکر مغرب کیطرف جھکنے لگیں)۔

☆ اس آئت میں آپ نے نماز کے تین وقت تسلیم کئے ہیں اور پھر تین نمازوں کو صفحہ ۸۳ سطر ۱۱ پر یہ لکھ کر دو بنا دیا ہے:۔ ''مگر جس وقت یہ وحی حضرت جبریل لائے تھے، انہوں نے یہ بھی حضورؐ سے کہہ دیا تھا کہ ادبار النجوم والی نماز صرف آپؐ پر فرض ہے۔ عام مومنین بھی پڑھ سکتے ہیں مگر دوسروں پر فرض نہیں''۔

دیکھا آپ نے! ☆ یہ ہے محترم علامہ صاحب کا قرآنی ثبوت کہ انکے ذہنی اختراع کی جو چیز قرآن کریم سے ثابت نہ ہوتی ہو، یا قرآنی الفاظ انکے ذہنی اختراع کا ساتھ نہ دیتے ہوں تو جبریل کے ذمہ لگا کر مطلب براری کر لی جاتی ہے۔ یہاں آپکا مقصود ہے اس آئت کی تین کو دو نمازیں بنانا۔ لیکن جب آپکے اپنے ترجمے کیمطابق بھی آپکا اختراعی مقصد حاصل نہیں ہو سکا تو جبریل کے ذمہ لگا کر تین میں سے دو نمازوں کو فرض بنا کر تیسری کو دائرہ فرضیت سے خارج کر دیا ہے۔ اس آئت میں آپنے فجر کی نماز بلا تعین حد دو مراد لی ہے۔ یعنی جب بھی سو کر اٹھیں حِينَ تَقُومُ۔ اور ایک نماز رات کی، نصف رات سے ما قبل جب موقع ملے مِنَ الَّيْلِ سے اخذ کی ہے۔ یہ دو فرض اور تیسری ادبار النجوم والی کو بذریعہ جبریل امین دائرۂ فرضیت سے خارج قرار دیا ہے۔

کیا جبریل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی فرض کو اُسکے مقام سے گرا دے:۔

☆ جبریل کے متعلق سورہ شعرآء میں ارشاد ہوا ہے:۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَىٰ قَلْبِكَ 26/193-194 ۔ روح الامین (یعنی امانتدار جبریل پوری امانت و دیانت کیساتھ) قرآن کریم کو آپ کے قلب اطہر پر

نازل کرتا ہے۔ تو اب غور طلب یہ امر ہے کہ جن قرآنی الفاظ کی حاکیت محترم تمنا جیسے عربی فاضل سے، اُسکے تبحرِ علمی کے زور سے بھی نہیں ٹوٹ سکی۔ اور وہ تین فرض نمازوں میں سے کسی کو دائرہ فرضیت سے خارج نہیں کر سکے تو کیا جبریل امین سے اس کھلی خیانت کا ارتکاب ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تین نمازیں فرض ٹھہرائے اور وہ ایک کو دائرہ فرضیت سے خارج کردے؟

☆ پھر علامہ تمنا عمادی صاحب کے قرآنی اور غیر قرآنی وحی کے ذہنی اختراع کیمطابق، اگر مندرجہ بالا سوال کا یہ جواب دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو اس آئت کی قرآنی وحی میں تین نمازوں کا حکم دیکر بھیجنے کیساتھ غیر قرآنی وحی میں یہ کہہ دیا تھا کہ اگرچہ قرآنی وحی کیمطابق یہ تینوں نمازیں فرض ہیں، مگر تم ہمارے رسولؐ سے غیر قرآنی وحی کے ذریعہ یہ کہہ دینا کہ ان میں فلاں نماز فرض نہیں نافلہ ہے، تو بتائیے کہ کیا غیر قرآن وحی کے عقیدے کے مطابق خود اللہ تعالیٰ کا کیا مقام متعین ہوتا ہے جسکی قرآنی اور غیر قرآنی وحیاں ہر آن دست و گریباں رہتی ہیں؟

ایک نادر ترین تضاد:۔

☆ آئت زیر بحث ۴۸۔۴۹/۵۲ میں حِیۡنَ تَقُوۡمُ کا معنیٰ علامہ صاحب نے لکھا ہے کہ جب تم سو کر اُٹھو، اور بریکٹ میں دیا ہے صبح کو (دیکھئے پچھلے صفحہ کے خط کشیدہ الفاظ ۲) واضح رہے کہ رسولؐ کیلئے سو کر اُٹھنے کو صبح کیساتھ وابستہ کرنا مطلقاً غلط ہے کہ کیونکہ آگے ادبار النجوم کے الفاظ میں خود علامہ صاحب نے رسولؐ کے نام تہجد کی نماز کا حکم اخذ کیا ہے لیکن جب خود لفظ تہجد کا معنی ہے سو کر اٹھنا تو حِیۡنَ تَقُوۡمُ کے علامہ صاحب کے اپنے معنوں ''جب تم سو کر اُٹھو'' کے مطابق اس سے تہجد ثابت ہوتی ہے صبح کی نماز نہیں۔ تو اب بتائیے کہ محترم علامہ صاحب کے اس عریاں تضاد کا کیا کیا جائے کہ اسی آئت مجیدہ کے الفاظ ادبار النجوم سے بھی رسولؐ کے نام تہجد یعنی سو کر اُٹھنے کی نماز اخذ فرمائی ہے اور حِیۡنَ تَقُوۡمُ سے بھی سو کر اُٹھنے کی نماز مراد لی ہے جو رسولؐ کیلئے تہجد کے سوا اور کوئی نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ آئت زیر بحث میں براہ راست خطاب رسولؐ ہی کے نام ہے۔ اور آپکا سو کر اُٹھنا نماز تہجد کیلئے تھا۔ جسمیں فجر تک رسولؐ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ۴/۷۳ کیمطابق قرآن کریم پر غور فرمایا کرتے تھے۔

حِیۡنَ تَقُوۡمُ ۴۸/۵۲ کے متعدد روائتی معنے۔ شُد پریشاں خوابِ اُو از کثرت تعبیرہا:۔

آگے بڑھنے سے پہلے حِیۡنَ تَقُوۡمُ کے وہ متعدد معنے ملاحظہ فرمائیں جو ان جید علمائے روایات نے درج فرمائے ہیں۔ جو کتب روایات کو قرآن کریم کی تفسیر مانتے ہیں:۔

☆ شاہ رفیع الدینؒ نے لکھا ہے: ''اور پاکی بیان کر ساتھ تعریف اپنے رب کے جسوقت کھڑا ہوتو۔ (مترجم

قرآن مجید مطبوعہ کریمی بمبی صفحہ ۸۳۸)۔انہوں نے صرف کھڑا ہونا لکھا ہے۔

☆ سید مقبول احمد صاحب شیعہ:۔ ''اور جب تم نماز شب کیلئے اُٹھو تو اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح پڑھا کرو۔(حمائل شریف نشر کردہ افتخار بکڈپو کرشن نگر لاہور صفحہ ۸۳۹)۔انہوں نے نماز شب یعنی تہجد کی نماز لکھی ہے۔

☆ صاحبِ تفسیر جلالین لکھتے ہیں:۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ ای قُلْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ حِیْنَ تَقُوْمُ۔ من منامک اَوْ مِنْ مَجْلِسِکَ۔اور جب آپ نیند یا مجلس سے اُٹھا کریں تو اپنے رب کی حمد کیساتھ اُسکی تسبیح کیا کریں یعنی سبحان اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ کہا کریں۔(تفسیر جلالین مطبع مجتبائی صفحہ ۴۳۵)۔۔۔دیکھئے!انہوں نے یہاں نماز مراد ہی نہیں لی ، بلکہ صرف سبحان اللہ وبحمدہٖ کہنا مراد لیا ہے۔اور حین تقوم کے دو معنے بتائے ہیں یا نیند سے اُٹھنا یا اپنی مجلس سے اُٹھنا

☆ شاہ اشرف علی صاحب نے بھی حین تقوم سے یہی مراد لی ہے نیند سے اُٹھنا یا مجلس سے اُٹھنا۔(ترجمہ شاہ اشرف علی صاحب مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز صفحہ ۸۳۹)۔۔لیکن سوال یہ ہے کہ نیند سے اُٹھنے یا مجلس سے اُٹھنے میں سے کونسا معنی معتبر اور صحیح ہے۔اس کیلئے تفسیر ثنائی ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ مولوی ثناء اللہ مرحوم کی تفسیر میں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ کے حاشیہ ۳ پر لکھا ہے: حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسولؐ جب مجلس سے اُٹھتے تو آپ یہ دعا تسبیح پڑھتے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ فرمایا جو کوئی مجلس سے اُٹھتے ہوئے یہ کلمات پڑھ لے۔اگر اُس مجلس میں اُس نے نیکی کی ہوگی تو اسپر مہر لگ کر محفوظ ہو جائیگی اور اگر برائی کی ہوگی تو خدا کے ہاں سے اُس گناہ کی بخشش ہو جائیگی۔غالباً رسولؐ کا یہ عمل اس آیت کی تعمیل ہے(ملخص ثنائی)۔(ترجمہ وتفسیر ثنائی مرتبہ محمد داؤد راز مطبوعہ دہلی صفحہ ۶۳۰)۔

☆ یہ ہیں حین تقوم کے اس غیر قرآنی وحی سے مرتبہ تراجم وتفاسیر جن میں حدیث کی سند اس تصور کو حاصل ہے کہ اس آیت میں نماز کا نہیں، بلکہ صرف تسبیح پڑھنے کا حکم ہے۔اور نیند سے نہیں بلکہ مجلس سے اُٹھنے کے بعد کیلئے حکم دیا گیا ہے۔لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سابقین میں بھی بعض حضرات نے بعض مقامات پر صحیح مفہوم اخذ کیا ہے۔چنانچہ محولہ بالا تفسیر جلالین کے صفحہ ۴۳۵ پر حاشیہ جامع البیان میں لکھا ہے حِیْنَ تَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ. یعنی جب آپ صلوٰۃ کیلئے کھڑے ہوں تو قیام صلوٰۃ میں اپنے رب کی حمد کیساتھ اُسکی تسبیح کیا کریں۔چنانچہ حین تقوم کا صحیح معنیٰ قیام صلوٰۃ ہے اور 52/48-49 کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ:۔

اور اے رسول! جب آپ قیام صلوٰۃ میں کھڑے ہوں تو اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کیا کریں اور (اسی قرآنی انداز کے ساتھ) رات کی ابتدائی گھڑیوں میں بھی، اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقتوں پر تسبیح صلوٰۃ ادا کیا کریں یہاں من الیل سے نماز کا ایک وقت مراد ہے اور ادبار النجوم۔۔زد، پہلا صبح کا کہ جب پو پھٹتی ہے تو رات کے سب ستارے خواہ وہ پوری

تابانی کیساتھ دمک رہے ہوں۔ ماند پڑ کر پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور دوسرا وقت ہے زوالِ آفتاب کے بعد کا کہ جب سورج نصف النہار پر پہنچ کر ڈھل جاتا ہے۔ تو سورج بھی پیٹھ پھیر دیتا ہے۔ یہ بھی ایک ستارہ ہی ہے۔

☆ پس اِن آیات 52/48-49 میں تین وقت کی تین نمازوں کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ اوقات صلوٰۃ سے متعلقہ ہر آئت مجیدہ میں تین ہی وقتوں کا حکم ہے۔ اس کے مزید دلائل آگے آرہے ہیں۔

دن رات میں تین نمازوں کا ثبوت:۔

محترم علامہ صاحب نے صفحہ 84-85 پر لکھا ہے کہ تین نمازوں کا دَور اس وقت شروع ہوا جب حمزہؓ اور عمرؓ مسلمان ہو گئے۔ صحابہؓ کی تعداد چالیس اور خوف کم ہو گیا۔ تو صفحہ 85-86 پر لکھتے ہیں۔ کہ ۵ نبوی کے آخر میں یہ آئت نازل ہوئی۔

☆ فَاصْبِر عَلیٰ مَا یَقُولُونَ وَ سَبِّح بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبلَ طلوعِ الشمس وقبلَ الغُرُوب ٥ ومِنَ اللّیل فسبحہ وادبار السجود ٥ 50/39-40 (علامہ صاحب کا تحریر کردہ ترجمہ) مخالفین جو کچھ تمہارے خلاف بولتے ہیں۔ اس پر صبر کرو (ضبط سے کام لو) اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو (نماز پڑھو) ~~طلوع آفتاب سے پہلے~~ [1] اور ~~غروب سے پہلے~~ [2] اور ~~رات کے کسی وقت میں~~ [3]۔ اور رات کی سب نمازوں کے بعد۔

☆ اِس آئت میں تین ہی وقت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بحمد للہ کہ علامہ صاحب نے بھی تین ہی وقت تسلیم کئے ہیں قبل طلوعِ آفتاب [1]، قبل غروب آفتاب [2] اور رات کے ایک حصے میں [3]۔ لیکن آپ نے ادبار السجود کا معنیٰ غلط لکھدیا ہے۔ رات کی سب نمازوں کے بعد، کیونکہ جب آپ نے اپنے ترجمہ کے خط کشیدہ الفاظ نمبر ۳ میں وَمن الیل کے صحیح معنوں کے مطابق رات کی ایک نماز تسلیم کی ہے تو پھر اس آئت میں رات کی سب نمازوں بصیغہ جمع کا تصور پیدا کرنا کھلی علمی خیانت ہے۔ پھر مزیداری یہ کہ اس علمی خیانت کے ذریعہ آپ نے وَاَدْبَارَ السُّجُود سے وتروں کی نماز کا شاخسانہ کھڑا کر دیا ہے۔ حالانکہ وتروں کی نماز کا قرآن بھر میں کہیں نام تک موجود نہیں۔

سبیل المومنین:۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ علامہ صاحب محترم قرآن مجید میں سے وہ سب کچھ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ جو مسلمانوں میں رائج ہے اور اسے آپ سبیل المومنین قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے صفحہ 118 پر ہمیں مطعون کیا ہے کہ یہ صرف سبیل المومنین کی مخالفت کا نہیں بلکہ ہر جہتی مخالفت کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ صحیح سبیل المومنین وہی ہو سکتی ہے جو سبیل الرسول تھی۔ اور رسول مقبول کا اعلان بتکرار کثیر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان اتبع اِلّا مَا

یُوحیٰ 46/9,10/15,7/203,6/50 کہ میں صرف اس کتاب کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ اور 36/69 کی روشنی میں بالتفصیل ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نفی اثبات کے حصر کیساتھ اعلان کر رکھا ہے۔ کہ ہم نے اپنے رسول کو قرآن کے سوا کسی چیز کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ آپکی طرف قرآن کے سوا کچھ بھی وحی نہیں کیا۔

☆ علامہ صاحب نے پانچ نمازوں، سنتوں۔ اور وتروں وغیروں کے غیر قرآنی تعامل کو سبیل المومنین قرار دیکر اُسے قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ اُمت کا قدیمی تعامل پیر پرستی، قبر پرستی اور مزار پرستی بھی ہے کیا آپ انہیں سبیل المومنین قرار دیں گے۔ جبکہ ان چیزوں کے عامل علماء روایات نے ان چیزوں کو بھی قرآن کریم سے ثابت کرنے کیلئے دفتروں کے دفتر کالے کر رکھے ہیں۔ الختصر اس آئت مجیدہ 50/40 میں جو ادبار السجود کا معنیٰ علامہ صاحب نے لکھا ہے۔ تمام نمازوں کے بعد مطلقاً غلط ہے۔ جس میں مِنَ الیل کی یعنی رات کی ایک نماز تسلیم کرنے کے بعد واحد کو جمع بنا دیا ہے۔ اور جب ترجمہ ہی غلط ہے تو اس سے اخذ کردہ وتروں کا نظریہ بدرجہ اتم غلط ہوا۔

☆ ادبار السجود کے مرکب اضافی میں دن رات کی تمام نمازوں کے بعد الگ الگ وقتوں میں پھر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں سَبِّح بمعنی صَلِّ ہے۔ اور صلوٰۃ کے ہر وقت پر صلوٰۃ بعد صلوٰۃ کی صورت میں نماز کے ہر وقت پر ایک رکعت کے بعد ملحقہ دوسری رکعت کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں ایک رکعت یعنی قیام سے سجدہ تک کے ایک مرتبہ کے عمل کو اس طرح صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ جس طرح 4/102 میں قیام سے لیکر سجدہ تک ایک رکعت نماز ادا کرنے کے عمل کو صلوٰۃ ہی کے لفظ میں بیان فرمایا ہے۔ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ 4/102 پھر جب وہ پہلا گروہ قیام سے شروع کر کے سجدہ کر چکے تو وہ پیچھے چلے جائیں۔ اور دوسرا گروہ آجائے جس نے صلوٰۃ ادا نہیں کی (یہ گروہ قیام سے لیکر سجدہ تک کے ایک مرتبہ کے عمل کے ساتھ صلوٰۃ ادا کر چکا ہے) پس چاہیے کہ دوسرا گروہ بھی رسولؐ کیساتھ صلوٰۃ ادا کر لے۔ الختصر 50/40 کے الفاظ ادبار السجود میں صلوٰۃ بعد صلوٰۃ یعنی دو رکعت کا حکم دیا گیا ہے۔ امت کے غیر قرآنی تعامل وتروں وغیرہ کا نہیں۔ اس آئت کی مفصل بحث کیلئے ادارہ کا پمفلٹ "الصلوٰۃ" ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ صاحب کی پیش کردہ آئت نمبر ۳ کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تین ہی وقتوں کا حکم ہے۔ علامہ صاحب نے بھی تین ہی وقت تسلیم کئے ہیں۔

چوبیس گھنٹوں میں چار نمازوں کا ثبوت :۔

☆ محترم علامہ صاحب نے نمازوں میں پے در پے اضافہ کی جو وجہ بتائی ہے کہ جب تک مسلمانوں کی تعداد بیس بائیس سے کم تھی اس وقت تک صرف ایک نماز فرض رہی اور جب تقریباً تین سال بعد مذکورہ تعداد پوری ہوگئی تو دو نمازیں فرض کر دی گئیں۔ اور اس کے قریباً چار سال بعد جب

صحابہ کی تعداد چالیس ہوگئی تو تین نمازوں کا حکم دیا گیا۔ تو اس طرح لازم تھا کہ علامہ صاحب چار نمازوں کے لئے بھی اپنا اصول قائم رکھتے ہوئے یہ بتاتے کہ صحابہؓ کی کس تعداد پر چار نمازوں کا حکم نازل ہوا تھا۔ لیکن پانچ نمازوں کے ثبوت کی مہم کیلئے جو اختراعی اور لایعنی اصول قائم کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس سے خود کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور آپ نے صحابہؓ کی تعداد بتائے بغیر صفحہ نمبر ۱۰۲ پر چار نمازوں کے ثبوت میں آئت ذیل پیش کی ہے۔

☆ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ o 11/114 (علامہ صاحب کا ترجمہ) اے رسول نماز قائم کرو۔ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے (اللہ تعالیٰ کو) یاد کرنیوالوں کیلئے۔

علہ ☆ طَرَفَیِ النَّھَارِ کا معنی دن کے کنارے مطلقاً غلط ہے۔ یہاں طرفی النھار بمعنی دن کے دو حصے ہے خود علامہ صاحب نے یہاں تو معنی غلط لکھا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۱۱ سطر ۹ پر خود اطراف جمع بمعنی حصے تسلیم کیا ہے۔ طَرَفَیِ النَّھَار کے دو حصوں میں الگ الگ ایک نماز ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ سورج جب نصف النہار پر پہنچتا ہے تو دن کو قبل نصف النہار اور بعد نصف النہار کے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ پس اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ کے الفاظ میں قطعی فیصلہ دے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن دن میں صرف دو نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ جس پر آئت مجیدہ کے خط کشیدہ الفاظ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ کی شہادت قیامت تک قائم رہے گی۔ جن کی الگ بحث آگے آرہی ہے۔

علہ ☆ دوسرے نمبر پر علامہ صاحب نے زلفاً من الیل معنی بھی غلط لکھا ہے۔ رات کے کچھ حصوں میں کیونکہ زُلَفًا مِّنَ الیل بصیغہ جمع کا معنی ہے رات کی وہ ابتدائی گھڑیاں جو غروب آفتاب اور غائب شفق کے درمیان آتی ہیں۔ غائب شفق کے بعد کا وقت زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں شمار نہیں ہوتا۔ اس کیلئے دیکھئے لغت منتہی الارب مطبوعہ مطبع اسلامیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹ = الزُّلَفُ سَاعَاتُ الَّیْلِ الاٰخِذَۃُ مِنَ النَّھَارِ ، الزُّلَفُ دن میں سے اخذ کئے ہوئے رات کے ساعات ہیں۔ پس زلفاً من الیل کا وقت رات کی وہ ساعتیں (وہ گھڑیاں) ہیں۔ جن میں دن کی روشنی کا دخل موجود ہوتا ہے۔ اور یہ وقت صرف غائب شفق تک کا ہے۔ کیونکہ غائب شفق کے بعد دن کی روشنی کی رمق ختم ہو جاتی ہے۔

☆ اب چونکہ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ بصیغہ جمع رات کی ابتدائی گھڑیوں پر بھی بذریعہ عطف وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ بصیغہ واحد کا حکم قائم ہے۔ پس ان الفاظ میں جس طرح دن کے دونوں حصوں میں الگ الگ ایک ایک نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ بصیغہ جمع کے وقفہ میں بھی صرف ایک نماز کا حکم ہے۔ علامہ صاحب نے آئت زیر بحث 11/114 سے چار نمازیں اس طرح بتائی ہیں کہ دو نمازیں دن کے دو کناروں میں جن کی ادائیگی ممکن ہی نہیں۔ اور دو نمازیں زُلَفًا مِّنَ الیل بصیغہ جمع کے وقفہ

میں۔ لیکن یہ کتنی بڑی علمی خیانت ہے کہ اَقِمِ الصَّلوٰۃ کو اَقِمِ الصَّلاتَین بنا دیا گیا ہے۔ اگر زُلفاً مِنَ الّیل کی جمع سے الگ الگ وقفے مراد لئے جائیں۔ تو اس سے تین وقفوں میں الگ الگ تین نمازیں مراد ہو سکتی ہیں۔ جو زُلفاً مِنَ الّیل کی ان ساعات ہی میں ادا کرنی لازم ہونگی۔ جس میں دن کی روشنی کا دخل موجود ہو۔ یعنی غائب شفق سے پہلے پہلے۔ پس حقیقت حال کے لحاظ سے کہ زُلفاً مِنَ الّیل بصیغہ جمع کی گھڑیاں غائب شفق تک نماز کے ایک ہی وقت کی حامل ہیں۔ اس ایک وقفے کو دو بنا دینا بھی علمی خیانت ہے۔ اور علامہ صاحب کے اپنے جمع کے نظریہ کے مطابق جمع کو تشبیہ ٹھہرانا بھی خیانت ہے۔

ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْن کی بحث ☆ واضح رہے کہ محترم علامہ صاحب نے 11/114 کی جس آئت مجیدہ میں مذکورہ بالا علمی خیانتوں کے زور سے چار نمازیں ثابت کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ اس میں نماز کے وقتوں کا فیصلہ ریاضی کے قاعدہ کے مطابق دن کے دو حصوں میں دو اور رات کی ابتدائی گھڑیوں میں ایک یعنی ۲+۱=۳ کے انداز میں دیا جا چکا ہے کہ فرض نمازیں صرف تین ہیں۔

☆ اور اسی پر ہی بس نہیں کی بلکہ اوقات ثلاثہ کے اعلان پر قیامت تک کیلئے ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْن کا تالہ لگا دیا ہے۔ جس کا ترجمہ خود علامہ صاحب نے لکھا ہے:۔ یہ ایک نصیحت ہے (اللہ تعالیٰ کو) یاد کرنیوالوں کے لئے (نماز پڑھنے والوں کیلئے) یعنی اسکے سوا نمازوں کا اور کوئی وقت ہے ہی نہیں۔

قرآنِ کریم کا مقام ضائع کر دیا گیا ہے۔ ☆ قرآن کریم نوع انسانی کیلئے قیامت تک کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جسمیں اعلان کی جا چکا ہے کہ اس میں تضاد و تخالف کا گزر تک نہیں۔ 4/82 پس اس اعلان کی رو سے عیاں ہے کہ اوقات الصلوٰۃ سے متعلقہ جتنی بھی آئتیں قرآن مجید میں آئی ہیں۔ اُن میں بھی کوئی تضاد و تخالف موجود نہیں۔ کہ کسی آئت میں ایک نماز کا حکم ہو۔ کسی میں دو کا، کسی میں تین کا، کسی میں چار کا، اور کسی میں پانچ کا، علماء روایات نے قرآنی احکام کو دورِ رسالت کے مخصوص حالات کیساتھ وابستہ کر کے کتاب اللہ کی آئینی اور حتمی حیثیت ختم کر کے رکھ دی ہوئی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات اور بے لچک اسلامی تعزیرات کے طور پر ایک مدوّن کتاب کی صورت میں اہل عالم کو دیا گیا ہے۔ اور خود اس کے اندر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا رسولؐ کی طرف کوئی اور وحی ہرگز نہیں کی گئی۔ یہی وحی ہے۔ 36/69 اور یہی واجب الاتباع ہے۔ 7/3 علماء روایات نے مسلمانوں کو ترقی کی واحد شاہراہ سے ہٹا کر تنزل کی متعدد مختلف راہوں پر ڈالنے کیلئے اس بے تضاد و بے محتاج ضابطہء الٰہی کی تقریباً ہر آئت پر کوئی نہ کوئی شانِ نزول مسلط کر کے

اسمیں تضاد بھی پیدا کردیئے ہیں۔ اور اسے محتاج بھی بنادیا ہے۔ کہیں تو آیات کا شان نزول بتانے کیلئے اسے کتب روایات کے ذخیرہ اختلافات کا، اور کہیں محترم عمادی صاحب جیسے حضرات کے ذہنی اختراعات کا محتاج ثابت کیا ہے۔

سطور بالا میں ثابت کیا جاچکا ہے۔ کہ آئت زیر بحث **11/114** میں اللہ تعالیٰ نے ریاضی کے طریقہ سے ۲+۱=۳ کے انداز میں صلوٰۃ کے اوقات ثلاثہ کا اعلان کر کے اس پر ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ کا تالہ لگادیا ہے۔ یہ اوقات الصلوٰۃ کی بنیادی آئت ہے۔ اسمیں تین وقتوں کا اعلان بھی کردیا ہے۔ اور زُلَفاً مِّنَ الَّیل کے الفاظ میں رات کی نماز کی ابتدا اور انتہا بھی بتادی ہے غروب آفتاب سے غائب شفق تک۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ پس اوقاتِ الصلوٰۃ کی دوسری آئتوں میں رات کی نماز کیلئے جو مِنَ الَّیل اور مِنْ اٰنَاءِ الَّیل کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ زُلَفاً مِّنَ الَّیل کے مترادف ہیں۔ ان کا معنیٰ بھی اس بنیادی آئت کے مطابق رات کی ابتدائی گھڑیاں ہے۔ نیز اوقاتِ الصلوٰۃ کی باقی آئتوں میں کہیں دن کی دونوں نمازوں کی ابتداء کی وضاحت کی گئی ہے کہیں انتہا کی۔ پیچھے درج آیت **50/39-40** سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا میں دن کی دونوں نمازوں کی انتہاء بتائی گئی ہے۔ کہ دن کے پہلے حصے کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اور پچھلے حصے کی نماز غروب آفتاب سے پہلے پہلے ادا کیا کریں۔ دن کے پہلے حصے کی نماز کو **24/58** میں صلوٰۃ الفجر کے نام سے موسوم کر کے اسکی ابتداء بتادیگئی ہے پوہ کا پھٹنا۔ اور دن کے دوسرے حصے کی نماز کی ابتداء آگے **17/87** کی تفصیل میں آرہی ہے زوال آفتاب کے بعد

۵۔ دن رات میں پانچ نمازوں کا ثبوت:

☆ اب آیئے! اس آئت کی طرف جو علامہ صاحب نے پانچ نمازوں کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ یہاں بھی آپ اپنے پیش کردہ اصول سے کنارہ کش ہوگئے ہیں۔ اور یہ نہیں بتایا کہ صحابہ کی تعداد میں اضافہ کے مطابق نمازوں کی تعداد میں اضافے کا جو اصول آپ نے قائم کیا تھا۔ اسکی رُو سے مسلمانوں کی کس تعداد پر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی نہیں بتایا کہ پانچ نمازوں کے بعد اس اصول کی بساط کیوں لپیٹ لی گئی تھی کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کیساتھ ساتھ نمازوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا؟ کیا اسکے بعد صحابہ کی تعداد میں اضافہ رک گیا تھا جو نمازوں کی تعداد میں بھی اضافہ روک دیا گیا تھا۔ المختصر علامہ صاحب نے صفحہ نمبر **105** پر پانچ نمازوں کے ثبوت میں آئت ذیل پیش کی ہے۔ جس کا مفہوم متعین کرنے میں آپ نے قرآن کریم کو اختراع ذہنی کا انتہائی نادر ترین مرقع بنا کر رکھ دیا ہوا ہے۔

☆ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ

الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى o 20/130 اس آئت میں بھی تین نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ علامہ صاحب نے جو پیچ وخم اس آئت میں پیدا کئے ہیں وہ آگے آ رہے ہیں۔ پہلے اس کا صحیح ترجمہ اور مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔ ارشادِ باری ہے۔ "اور اے رسول لوگ جو کچھ کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے پر آپ مستقل مزاج رہیں اور تسبیح صلوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے پہلے ۱ اور سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے ۲۔ اور رات کی ابتدائی گھڑیوں میں بھی ۳ تسبیح صلوٰۃ ادا کریں۔ پھر اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں سرگرم عمل رہیں اور دن کے تمام حصوں میں اپنا فرض ادا کرتے رہیں تاکہ آپ (اس کے احسن نتیجے پر) راضی ہو جائیں۔ ☆ واضح رہے کہ اس آئت میں دو مرتبہ سَبِّح آیا ہے۔ ہم نے ان پر الگ الگ نمبر لگا دیئے ہیں۔ پہلے سَبِّحْ کا معنیٰ ہے تسبیح صلوٰۃ ادا کیا کریں۔ اور دوسرے فَسَبِّحْ واطراف النہار کا معنی ہے دن کے تمام حصوں میں (اطراف بصیغہ جمع) فرض منصبی ادا کیا کریں۔ افسوس ہے کہ علماء روایات نہ قرآنی لغت پر غور کرتے ہیں۔ اور نہ تصریف آیات انکی قرآن فہمی کے اصول میں داخل ہے قرآنی لغت کے مطابق جہاں تسبیح بمعنیٰ صلوۃ آیا ہے۔ وہاں تسبیح و صلوۃ دونوں بمعنیٰ فرض منصبی کی ادائیگی بھی آئے ہیں۔ جیسے کہ زمین و آسمان کے جانوروں کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ o 24/41 بیشک وہ سب اپنی تسبیح وصلوٰۃ (فرض منصبی) کو جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ جو جو افعال (یعنی فرض منصبی) وہ الگ الگ بجالاتے ہیں۔ [1]

☆ اس آئت کے آخری زیر بحث سَبِّح میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ صرف زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھتے رہنے سے نہ باقی کام انجام ہو سکتے ہیں۔ اور نہ خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ رسولؐ کا فرض منصبی تھا فریضہ رسالت اور آپکی رضا یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ضابطہ الٰہی قرآن کریم پر ایمان لا کر راہ راست پر آ جائیں لیکن یہ کام صرف نمازوں سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى میں دن کے تمام حصوں میں مسلسل کار تبلیغ میں سرگرم عمل رہنے کی تاکید کے بعد اسکے نتیجہ کی خبر دیدی گئی ہے کہ اس طرح آپکی رضا پوری ہو سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ لوگ قرآن پر ایمان لے آئیں گے اور آپ راضی ہو جائیں گے۔

آئت بالا 20/130 کا وقت نزول:

☆ علماء روایات چونکہ سَبِّح کا معنیٰ صرف زبانی تسبیح یا نماز ہی لیتے ہیں۔ اس لیے آئت زیر نظر 20/130 میں جب دونوں سَبِّح کا معنیٰ نماز لیتے ہیں تو اس ایک آئت

---

[1] اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا 73/7 میں بھی سبح بمعنیٰ فرض منصبی ہے بیشک دن بھر میں آپ کے ذمہ لمبے لمبے فرائض منصبی ہیں۔

سے صرف دن دن کی پانچ نمازیں بن جاتی ہیں۔ قبل طلوع الشمس ۔ قبل غروبھا ۔ اطراف النہار بصیغہ جمع = پانچوں دن کی ۔ اس مشکل کا حل محترم علامہ عمادی صاحب نے ذہنی اختراع کے ذریعہ یہ ڈھونڈھ نکالا ہے کہ ایک تا پانچ نمازوں کے الگ الگ پانچ دَور ٹھہرائے ہیں اور لکھا ہے کہ جب چوتھے دَور کی آخری رات آئی اور ابھی اس دَور کا آخری دن باقی تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت 20/130 اس وقت نازل فرمائی جب رسولؐ تہجد کی نماز پڑھ چکے تھے۔ چنانچہ علامہ صاحب صفحہ ۱۴۲ سطر ۱۴ پر لکھتے ہیں۔ ''دَور چہارم کا جب صرف ایک دن باقی رہ گیا تو رات کو غالباً آخر شب کو تہجد کے بعد یہ آئت اُتری''

☆ کیا قارئین کرام جانتے ہیں کہ علامہ صاحب نے آخر شب تہجد کے وقت کیساتھ غالباً کیوں لکھا ہے؟ صرف اس لئے جو کچھ آپ لکھ رہے ہیں اس پر آپکو خود بھی یقین نہیں۔ چنانچہ انہی ظن وگمان کی وادیوں میں گھومتے گھومتے آپ اسی آئت کے متعلق صفحہ ۱۰۴ سطر ۹ پر رسول کی ہجرت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ ''آنحضرتؐ خود اپنے رفیق حضرت صدیقؓ اکبر کے ساتھ مکہ معظمہ سے باہر نکلے، بالآخر مدینہ طیبہ سے دو میل دور مقام قباء میں پہنچے۔ اور یہاں ٹھہر کر ایک مسجد بنائی۔ اس مسجد میں مدینہ طیبہ کی روانگی سے پہلے ایک شب کو مغرب وعشاء کے درمیان سورہ طٰہٰ کی آئت نمبر ۱۳۰ نازل ہوئی''

☆ یہ سو فیصد صحیح حوالہ جات پوری ذمہ داری کیساتھ نقل کئے گئے ہیں قارئین کرام حیران نہ ہوں کہ علامہ تمنا عمادی جیسا فاضل شخص کبھی لکھتا ہے کہ یہ آئت تہجد کے بعد اُتری تھی اور کبھی لکھتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان نازل ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء روایات جب قرآنی آیات کی تفسیر کیلئے کتب روایات کا رخ کرتے ہیں۔ تو یہ کتابیں انکی ایسی ہی متضاد رہنمائی کرتی ہیں۔ المختصر! علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

☆ نماز کے چوتھے دَور کی آخری رات کو جب اس دَور کا صرف آخری دن باقی تھا، مغرب یا تہجد کے بعد یہ آئت اُتری :۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ اٰنَآیِٔ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی o 20/130

☆ محترم علامہ صاحب نے اس آئت کا ترجمہ صفحہ نمبر ۱۰۵ کالم نمبر ۲ کی سطر اول پر بالفاظ ذیل تحریر فرمایا ہے:۔ ''اے رسول تم صبر کرو اس پر جو مخالفین بولتے ہیں اور اپنے اب کی حمد کیساتھ تسبیح صلوٰۃ ادا کیا کرو طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور اس آنیوالی رات کی چند ساعات میں اور اسکے دن کے کناروں کیساتھ تسبیح کیا کرو تا کہ درجۂ رضا کو پہنچو''

کیا سمجھے آپ؟ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اگر آپ کو علامہ صاحب کے ترجمہ کے خط کشیدہ الفاظ سے کچھ سمجھ نہیں آئی تو لیجئے وہ آپکو صفحہ نمبر ۱۰۶ سطر نمبر ۲ پر سمجھاتے ہیں کہ

''یہ آیت کریمہ جس رات کو اُتری تھی وہ رات اور اس کے بعد والا دن چار وقت کی نماز کے دَور کی آخری رات وہ تھی اور اس کے بعد والا دن آخری دن تھا اس لے فرمایا تھا کہ اس رات کے بعد جو دن آئے اس میں صرف قبل طلوع الشمس اور قبل غروب دو ہی نمازیں پڑھ لو۔ اس کے بعد جو رات آئے گی اگرچہ سابق ہی راتوں کی طرح اسمیں نمازیں بلافرق پڑھی جائیں گی مگر یہ رات چار نمازوں والے دور کو ختم کرکے آئیگی۔ اس رات کا تعلق پانچ فرض نمازوں کے دَور سے ہوگا۔ اس رات کا جوڑ آنے والے اطراف النہار کے دن کی تین نمازوں والے دن سے ہوگا''۔ (اقتباس عین نقل مطابق اصل ہے)

☆ اگر اب بھی آپ نہ سمجھ سکیں تو اس سے بڑھ کر علامہ صاحب کیا دل چیر کر آپکے سامنے رکھدیں؟ لیجئے جناب ہم آپکو سمجھاتے ہیں کہ علامہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس رات یہ آئت اتری تھی اوپر دیئے گئے متن کے خط کشیدہ الفاظ ۱ میں جو قبل طلوع اور قبل غروب دو نمازوں کا حکم ہے وہ اس رات کے بعد آنیوالے دن کیلئے تھا۔ اور خط کشیدہ الفاظ ۲ میں جو علامہ صاحب کے مطابق اناءَ الیل کی دو اور اطراف النہار کی تین نمازوں ۱ کا حکم آنیوالے دن کے بعد والی رات اور اس سے بعد والے دن کیلئے ہے اور پھر اسکے بعد ہمیشہ کیلئے ہے۔ یہ ہے علامہ صاحب کا اس آئت مجیدہ کے متعلق عظیم کارنامہ جسکے متعلق آپ صفحہ ۱۰۷ سطر نمبر ۳ پر لکھتے ہیں کہ اگلے مفسرین نے اسکو محسوس ہی نہیں کیا رازی بیضاوی اور زمخشری ایسے نہ تھے کہ اس آئت کی اس گرہ کی دشواری کو محسوس نہ کرتے انہوں نے محسوس تو کیا مگر افسوس کہ انکی جانب سے اس بھاری پتھر کو اُٹھانے کی کامیاب کوشش نہیں کی گئی۔

☆ یہ ہے علامہ صاحب کا پانچ نمازوں کا ثبوت جسے اختراع ذہنی کا نادر ترین مرقع کے سوا کوئی اور نام دیا ہی نہیں جاسکتا کہ اس قرآن پاک کو جسے اللہ تعالیٰ نے چار مرتبہ کے تکرار کیساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ○ 54/17,23,34,40 اور بیشک بیشک ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے۔ ہے کوئی اس آسان قرآن سے نصیحت حاصل کرنیوالا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان آئتوں کی رعائت کی جاتی مگر علامہ صاحب محترم نے اس آسان قرآن کو صرف مشکل ہی نہیں بلکہ اپنے اختراع ذہنی کے ساتھ بھول بھلیوں کا چیستان بنا کر رکھ دیا ہے۔ پھر اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ اور اسکی کتاب کو چیستان محض ثابت کرنے کیلئے صفحہ ۱۱۱ سطر ۴ پر لکھتے ہیں۔

---

۱ دیکھئے یہاں علامہ صاحب نے اطراف النہار جمع کا معنٰی تین کا عدد لیا ہے۔ پس تین نمازوں کا الٰہی فیصلہ خود علامہ صاحب کے کلیہ کے مطابق کہ جمع کے صیغے سے تین کا عدد لیا جاسکتا ہے۔ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰت 2/239 میں موجود ہے:۔ تینوں نمازوں کی حفاظت کرو۔

''جس رات سورہ طٰہٰ کی مذکورہ بالا آئت اُتری تھی اسی رات کو تہجد کی یا نمازِ صبح کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی مسلسل سات آئتیں اُتریں ۷۸ سے ۸۴ تک'' دیکھا آپ نے کہ علامہ صاحب کا 'یا' کا لفظ کس طرح آپکے عدم یقین کی ترجمانی کر رہا ہے۔ پھر مزیداری یہ ہے کہ یہاں لکھتے ہیں کہ اسی رات کو تہجد کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی سات آئتیں اتری تھیں اور صفحہ ۱۴۲ سطر ۱۴ پر فرماتے ہیں کہ اسی رات کو تہجد کے بعد سورہ طٰہٰ کی آئت نمبر ۱۳۰ اتری تھی۔

☆ اہل روایات بے چاروں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ قرآن کریم سورت وار نازل ہوا تھا۔ چنانچہ مخالفوں کو فاتوا بسورۃ کے الفاظ میں کوئی ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیا تھا۔ مگر قرآن کریم کی اہمیت ضائع کرنے کیلئے کہا جا رہا ہے کہ تہجد کے بعد سورہ طٰہٰ کی آئت نمبر ۱۳۰ نازل ہوئی تھی۔ اور اسی صبح کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی سات آئتیں نازل ہوئی تھیں۔

علامہ صاحب کی پیش کردہ آخری آئت:

☆ محترم علامہ صاحب نے تہجد کے بعد 20/130 کے نزول اور صبح کے بعد 18/78-84 کے نزول کا جو شاخسانہ کھڑا کیا ہے۔ اسکے متعلق آپنے یہ بتایا ہے کہ 20/130 میں جو اطراف النہار دن کے تین حصوں کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے تیسرے حصے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے صبح کی نماز کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی آئت ذیل نازل فرمائی۔

☆ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ[۱] الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ[۲] الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ[۳] اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا 17/78o اس آئت میں بھی تین ہی نمازوں کا حکم دیا گیا ہے کہ:۔ اے رسول ہمیشہ ایک ایک صلوٰۃ ادا کرتے رہئے گا۔ سورج کے ڈھلتے رہنے کے وقفہ میں معہ رات کے ابتدائی اندھیرے کے وقفہ میں۔ اور قائم رکھئے پڑھنا صلوۃ فجر کا فجر کے وقفہ میں بے شک صلوۃ فجر کا پڑھنا جملہ مومنوں کی حاضری کیلئے ہے

۱۔ دلوک کا معنی ہے ڈھلتے رہنا نہ کہ صرف مائل بزوال ہونا۔ اور ڈھلتے رہنے کا عمل زوال سے غروب تک مسلسل جاری رہتا ہے۔

۲۔ غسق کا معنی لغت منتہی الارب مطبع اسلامیہ لاہور جلد سوم کے صفحہ ۳۱۵ پر دیکھئے: غسق محرکہ تا دیکھئے اول شب

۳۔ الفجر کا الف لام عوض مضاف ہے اور مضاف ہے صلوۃ اس لئے الفجر سے مراد ہے صلوۃ الفجر اور جملہ وقرآن الفجر کی تقدیر کلام مطابق عطف یہ ہے۔ وَاَقِمِ قُرْاٰنَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ قرآن مصدر ہے اور معنی یہ ہے کہ قائم رکھیں پڑھنا صلوۃ فجر کا۔ واضح رہے کہ اس آئت مجیدہ 17/78 کے معنے شاہ ولی اللہ مرحوم نے بھی انہی بمعنی معہ لیا ہے اور اس آئت سے نماز کے یہی تین وقت لکھے ہیں۔ دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم کے اردو ترجمہ مولوی عبدالرحیم صاحب پروفیسر عربی

کے صفحہ 122 پر اس آیت کے معنوں میں لکھا ہے کہ ''صلوۃ مفروضہ کے اوقات دراصل تین تھے

ا۔ صبح ب۔ سہ پہر ج۔ شام کا دھندلکا''

☆ لیکن علامہ صاحب محترم نے اس آئت 17/78 کا معنی صفحہ ۱۱۲ کالم ۲ سطر ۶ پر یہ لکھا ہے ''اے رسولؐ نماز کا نظام قائم کرو دلوک آفتاب سے غسق الیل تک اور فجر کے قرآن کو قائم رکھو بلاشبہ فجر کا قرآن قابل دید و شنید ہوتا ہے۔ دیکھئے علامہ صاحب کے ترجمہ سے نماز کا صرف ایک وقت ثابت ہوتا ہے، دلوک تا غسق یعنی زوال آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک اور بس۔ فجر کے وقت پر علامہ صاحب نے صرف قرآن پڑھنا لکھا ہے نماز پڑھنا نہیں لکھا۔ یہ ہے آپکی پانچ نمازوں والی دوسری آئت۔

کیا قرآنی الفاظ صحیح مفہوم ادا نہیں کر سکتے:

☆ آئت مجیدہ 17/78 کا جو ترجمہ محترم موصوف نے لکھا ہے آپ نے دیکھ لیا کہ اس سے علامہ صاحب صرف ایک نماز کا حکم ثابت کر سکے ہیں۔ لیکن صفحہ ۱۴۸ سطر ۳ پر کھینچا تانی کیساتھ لکھتے ہیں آفتاب کے تین دلوک عام طور سے عرب میں مشہور تھے زوال شمس، زردی شمس اور غروب شمس'' اور غسق الیل کا معنی آپ نے صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۴ پر لکھا ہے شدت ظلمت۔ آیئے! ہم علامہ صاحب کے پیش کردہ ترجمے میں دلوک آفتاب اور غسق الیل کی بجائے آپ کے پیش کردہ ان الفاظ کے معنی لکھ کر ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ دیکھیں بھلا آپکی سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے پانچ نمازیں ثابت ہو رہی ہیں۔

''اے رسولؐ نماز کا نظام قائم کرو زوال شمس، زردی شمس، اور غروب شمس سے شدت ظلمت تک اور فجر کے قرآن کو قائم رکھو۔ بلاشبہ فجر کا قرآن قابل دید و شنید ہوتا ہے'' بتایئے! کیا زوال شمس، زردی شمس اور غروب شمس سے گھپ اندھیرے تک کے الفاظ سے پانچ نمازیں ثابت ہوتی ہیں۔ افسوس ہے کہ علامہ صاحب نے آئت مجیدہ کے ترجمہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ظاہر کرنے کے مطلقاً ناقابل ہیں۔ یعنی علامہ صاحب کیمطابق اللہ تعالیٰ نے اس آئت میں پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے۔ لیکن علامہ صاحب کے ترجمہ کیمطابق قرآنی الفاظ دلوک سے غسق تک کا صرف ایک وقت بتا سکے ہیں۔ جسے علامہ صاحب کھینچ تان کر پانچ بنانے کی فکر میں ہیں۔ دراصل آپ 'ل' اور الیٰ'' یعنی'' سے اور تک'' کے چکر میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہاں 17/78 میں الیٰ بمعنی مع ہے۔ جس سے علامہ صاحب کو چڑ ہے حالانکہ شاہ ولی اللہ نے بھی یہی معنی لیا ہے۔ صحیح ترجمہ آپ پہلے بالفاظ ذیل دیکھ چکے ہیں۔ اے رسولؐ! ہمیشہ ایک ایک صلوۃ ادا کرتے رہیے گا۔ سورج کے ڈھلتے رہنے کے وقفہ میں [1] معہ رات کے ابتدائی اندھیرے کے وقفہ میں [2] اور

قائم رکھئے پڑھنا صلوۃ فجر کا فجر کے وقفہ میں' بے شک پڑھنا صلوٰۃ فجر کا جملہ مومنوں کی حاضری کیلئے ہے"۔ دیکھئے! ان تین خط کشیدہ الفاظ میں نماز کے تین وقتوں کا حکم ہے اور کھینچا تانی سے نہیں بلکہ صاف ہے نیز علامہ صاحب کی پیش کردہ ہر آئت سے تین ہی وقت کھینچا تانی کے بغیر آئت کے اپنے الفاظ سے ثابت ہیں اسکے برعکس علامہ صاحب محترم نے پانچ نمازوں کے ثبوت میں 17/78 کے الفاظ کو معمہ بنادیا ہے۔ کہ علامہ صاحب کی کھینچا تانی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی منشاء پانچ وقت بیان کرنا تھا جسے قرآنی الفاظ نے پانچ کو ایک بنادیا اور نہ جانیں کہ وہ ایک وقت بھی صلوۃ کا ہے یا نظام صلوۃ کا، کیونکہ علامہ صاحب نے 17/78 کے ترجمہ صفحہ ۱۱۲ کالم نمبر ۲ سطر نمبر ۶ پر لکھا ہے۔"اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز قائم کرو دلوک آفتاب سے غسق لیل تک اور پانچ نمازوں کے ثبوت میں پیش کردہ آئت مجیدہ 20/130 میں علامہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کو اتنا جلد باز ثابت کیا ہے کہ علامہ صاحب کے مطابق جو حکم ایک رات اور ایک دن کے بعد لاگو ہونیوالا تھا، اُسے جلدی میں ایک رات اور ایک دن پہلے ہی نازل کردیا۔ اور پھر اس میں یہ وضاحت نہیں کی کہ اس آئت کا فلاں حصہ آنیوالے دن کیلئے ہے اور فلاں حصہ آنیوالی رات اور اس کے بعد کے آنیوالے دن کیلئے ہے۔ اس تفسیری پتھر کو نہ رازی نے اٹھایا نہ بیضاوی اور نہ زمخشری نے۔ جسے اٹھانا پڑا انتہائی پیرانہ سالی میں قرآنی الفاظ کو مبہم مہمل اور معمے بنا کر اور عوام کو چیستانی بھول بھلیوں میں سرگرمیوں کر کے ہمارے محترم علامہ تمنا عمادی صاحب کو، اور وہ بھی معاذ اللہ باری تعالیٰ کو اتنا جلد باز ثابت کر کے کہ جو حکم آج لاگو ہونیوالا نہیں اسے آج نازل کرنے میں کونسی تک ہو سکتی ہے۔

☆ جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ علامہ صاحب نے قرآن کریم کی اُن آئتوں کو جو اوقاتِ الصلوٰۃ سے متعلق ہیں نماز کے الگ الگ پانچ ادوار کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے۔ آئت مجیدہ 29/45، جو مطلقاً اوقات الصلوٰۃ سے متعلق ہے ہی نہیں؛ اسے ایک نماز کے دَور کی آیت بتایا ہے۔ 52/48-49 کو دو نمازوں کے دَور سے متعلق کیا ہے۔ 50/39-40 کو تین نمازوں کے دَور سے 11/104 چار نمازوں کے دَور سے اور 17/78, 20/130 کو پانچ نمازوں کے دَور سے متعلق بتایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بالصراحت ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان تمام آئتوں سے الگ الگ نماز کے تین ہی وقت ثابت ہوتے ہیں کسی سے دو' کسی سے تین' کسی سے چار اور کسی سے پانچ وقت ثابت کرنا محترم موصوف کا صرف اور صرف طبعزاد اختراع ہے۔ جسکے ساتھ قرآنی دلائل و براہین کو دُور کا تعلق بھی نہیں۔ اسکے علاوہ علامہ صاحب کا فرض تھا کہ اُن تمام آیات قرآنیہ کو زیر بحث لاتے جو اوقات صلوٰۃ سے متعلق ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ سورہ دہر کی آئت ذیل سے کیوں کنی کترا کر نکل گئے ہیں۔ جن میں تین فرض اور ایک نافلہ نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اسکے متعلق محترم نے کیوں نہیں بتایا کہ یہ آپکے اختراع کردہ اَدوار میں سے کس دَور سے متعلق تھی؟

☆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝

76/25-26 اے رسول آپ اللہ کے اسم کا ذکر کیا کریں (صلوٰۃ ادا کیا کریں) دن کے پہلے حصے میں اور پچھلے حصے میں اور رات کے ابتدائی حصے میں بھی اُسکے حضور سجدہ صلوٰۃ ادا کیا کریں۔ اور لمبی رات گئے کے وقت پر بھی (**17/79** کی نافلہ) نماز ادا کیا کریں۔

☆ کیا آپ کو معلوم ہے کہ علامہ صاحب اس آئت سے کیوں آنکھیں چرا گئے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اس آئت میں تین فرض اور ایک نافلہ نماز کے سوا کسی گھپلے کی گنجائش موجود نہیں۔

یہ ہیں۔ محترم علامہ عمادی صاحب کے پانچ نمازوں کے ثبوت جنہیں قرآنی کہیں یا محض اختراع ذہنی

مروجہ رکعتوں کا قرآنی ثبوت

☆ روائتی علماء کے دیئے ہوئے تاثر کے مطابق جہاں نماز کے اوقات ثلاثہ کو پانچ میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔ اسطرح قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہر نماز کی جو صرف دو رکعتیں ہیں۔ انہیں بھی تبدیل کر کے فجر کی چار، ظہر کی بارہ، عصر کی چار، مغرب کی سات اور خفتن کی سترہ رکعتیں کر دی گئی ہیں۔ جن میں فرض، سنت اور نفل کی وہ غیر قرآنی تثلیثی تقسیم بھی پیدا کی جا چکی ہے۔ جس میں فرض رکعتوں کی تقسیم حسب ذیل ہے۔ فجر کی دو، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین، اور خفتن کی چار، حالانکہ **4/102** سے ثابت ہے کہ اوقات ثلاثہ کی ہر سہ نمازوں کیلئے صرف دو دو رکعتوں کا حکم ہے۔ نیز واضح رہے۔ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ اللہ کا دین روز آفرینش سے لے کر آج تک ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ اس میں نمازوں اور رکعتوں سمیت کسی بھی چیز میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کی گئی۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے۔

☆ **شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ**...... **42/13** ایمان والو! اللہ نے تمہارے لئے اُسی دین کی شرع کر دی ہے۔ جس کی وصیت نوح کو کی گئی تھی۔ اور اے رسول یہ وہی دین بمعہ شرع ہے جو ہم نے آپ کیطرف وحی کیا ہے۔ اور یہ وہی دین بمعہ شرع ہے جس کی وصیت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی گئی تھی۔

☆ پس اس قرآنی فیصلے کے مطابق رسولؐ فیصلے پر نمازوں اور رکعتوں کی وہی تعداد فرض تھی، جو نوحؑ سے لے کر ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر فرض کی گئی تھی۔ ہم گذشتہ بحث میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ **3/113** کے مطابق زمانہ قبل بعثت محمدی میں اہل کتاب کا ایک گروہ اللہ کے دین پر قائم بھی تھا اور وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے اسی طرح رسولؐ بھی قبل نبوت میں مومن بھی تھے، نماز بھی پڑھتے تھے اور شریعت واحدہ کے مطابق ہر نماز کی دو دو رکعتیں ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں رکعتوں کی

وضاحت قصر صلوٰۃ کے حکم میں اسطرح کی گئی ہے کہ جب میدانِ جنگ میں فوجیں آمنے سامنے پڑی ہوں۔ ابھی جنگ شروع نہ ہوئی ہو۔ اور اسطرح نماز باجماعت کی ادائیگی ممکن ہو تو حکم ہوتا ہے کہ ایسے وقت پر نماز کم کرلیا کرو۔ اور قصر نماز اسطرح ادا کیا کرو کہ فوج کے دو گروہ ہو جائیں۔ اگر رسولؐ اُن میں خود موجود ہوں تو اس وقت امام صلوٰۃ بننے کا حق صرف آپکو ہوگا۔ اسلئے چاہیے کہ فوج کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ رسول کیساتھ قیامِ صلوٰۃ میں کھڑا ہو جائے اور دوسرا گروہ پہرا دیتا رہے تاکہ دشمن حملہ نہ کردے۔ پھر جب وہ گروہ قیام سے لیکر سجدہ ادا کرلے یعنی ایک رکعت ادا کر چکے تو پیچھے پہرے پر چلا جائے اور دوسرا گروہ آجائے جس نے صلوٰۃ ادا نہیں کی وہ بھی رسول کیساتھ قیام سے سجدہ تک ایک رکعت قصر صلوٰۃ ادا کرلے۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے بالصراحت اعلان کررکھا ہے کہ ہر وقت کی قصر نماز ایک رکعت ہے اور پوری نماز کی صرف اور صرف دو رکعتیں ہیں۔ محترم علامہ صاحب نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ 152 سطر نمبر 8 پر لکھا ہے کہ

’’ہر وقت کی نماز ہجرت کے بعد بھی 19 مہینے تک دو دو ہی رکعت رہی‘‘

یعنی 13 سال کی پوری مکی زندگی میں اور 19 مہینے کی مدنی زندگی میں نماز کے ہر وقت کی دو دو رکعتیں ادا ہوتی رہیں تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہر وقت کی جو دو دو رکعتیں تھیں، وہ ظہر اور نام نہاد عصر و خفتن کی چار چار اور شام کی تین کس طرح ہو گئیں اور فجر کی صرف دو رکعتیں کیوں قائم رہیں۔

ایک انتہائی عجیب و غریب طبعزاد چیستانی اختراع:

☆ مذکورہ بالا سوالوں کے جوابات کیلئے علامہ صاحب نے ایک عجیب و غریب طبعزاد چیستانی اختراع پیش کیا ہے۔ چنانچہ صفحہ 152 سطر 9 پر لکھتے ہیں۔

☆ فتح جنگِ بدر کے بعد یہ آئت کریمہ اُتری اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ 4/103 اسکے مطابق یہ شکرانہ فتح جنگِ بدر، ظہر عصر عشاء میں دو دو رکعتوں کا اور مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ ہوا‘‘ اس طرح محترم علامہ صاحب نے یہ تاثر دیا ہے کہ ہر وقت کی دو دو رکعتوں میں جو ذیل کا اضافہ ہوا، یعنی فجر میں صفر مغرب میں ایک اور ظہر عصر اور خفتن میں دو دو رکعتوں کا وہ سورہ نساء کی اس آئت کے مطابق ہوا تھا:۔

☆ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ 4/103

☆ ہم اس آئت مجیدہ کا شاہ اشرف علی صاحب کا مشہور و معروف ترجمہ لکھتے ہیں۔ اور آپ کسی انتہائی طاقتور خوردبین کیساتھ اُس میں علامہ صاحب کا مفہوم تلاش کرنے کی کوشش کریں کہ اس آئت میں فجر کی نماز میں صفر، ظہر، عصر اور خفتن میں دو دو اور شام کی نماز میں ایک رکعت کے اضافے کا حکم کہیں بھی دکھائی دیتا ہے۔

☆ "یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور وقت کیساتھ محدود ہے" (شاہ اشرف علی صاحب) اس آئت کا سلیس ترجمہ یہ ہے:۔

☆ "بلاشبہ مومنوں پر الصلوٰۃ (نماز) مقررہ اوقات میں فرض ہے"۔ آپ حیران ہونگے کہ ان الفاظ میں تو رکعتوں کا لفظ تک موجود نہیں۔ پھر اس آئت کو رکعتوں سے متعلق کس طرح کر لیا گیا ہے؟

اللہ اور جبریل پر بہتان: ☆ اس قسم کے سوالوں کے جوابات سابقہ اقساط میں دیئے جا چکے ہیں۔ کہ جہاں قرآنی الفاظ محترم علامہ صاحب کے ذہنی اختراع کا ساتھ نہیں دیتے۔ وہاں محترم موصوف اللہ تعالیٰ اور جبریل امین کے ذمہ بہتان باندھ کر اپنی مطلب براری کر لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے صفحہ 155 سطر اول پر لکھا ہے:۔ "جنگ بدر کی فتح کے بعد حضرت جبریل آئے اور انہوں نے غیر قرآنی وحی سے مطلع کیا کہ اس فتح مبین کے شکرانہ میں حکم صلوٰۃ کی اس آخری آئت کے ہر ہر لفظ کے حروف کی تعداد کے مطابق پنجگانہ نمازوں کی رکعات مقرر کرو"۔ العیاذ باللہ! اللہ اور جبریل پر اسقدر کھلا بہتان!

وہی غیر قرآنی وحی کا اختراعی شاخسانہ: ☆ محترم علامہ موصوف سمیت جملہ علماءِ روایات نے غیر قرآنی وحی کا شاخسانہ قرآن کریم کی کھلی مخالفت کر کے صرف اسلئے کھڑا کر رکھا ہے کہ جہاں قرآنی الفاظ انکے ذہنی اختراعات کی مخالفت کرتے ہوں' وہاں غیر قرآنی وحی کے نام سے اللہ اور جبریل کے ذمہ لگا کر طبعزاد تصور کا ثبوت مہیا کر سکیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّ قُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ ۝ 36/69 کے الفاظ میں نفی اثبات کے حصر کے ساتھ اعلان کر رکھا ہے کہ اس نے رسولؐ پر کوئی غیر قرآنی وحی نازل ہی نہیں فرمائی۔ لیکن دیکھیئے کہ محترم موصوف نے 36/69 کی کھلی مخالفت کر کے جس نام نہاد غیر قرآنی وحی کے ذریعہ اللہ اور جبریل پر بہتان باندھنے کا ارتکاب کیا ہے اُسکے ضمن میں آپ نے کیسی شاعری کی ہے اور کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ یہ ہے وہ آئت مجیدہ مذکورہ بالا جس کے الگ الگ حروف کی تعداد کے مطابق رکعتوں کی تعداد کے تعین کا فریب دیا گیا ہے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	
اِنَّ	الصَّلٰوةَ	كَانَتۡ	عَلَى	الۡمُؤۡمِنِيۡنَ	كِتٰبًا	مَّوۡقُوۡتًا ۝	4/103

☆ قارئین کرام کی آسانی فہمی کیلئے آئت مجیدہ کے الفاظ پر نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔ علامہ صاحب نے صفحہ نمبر ۱۵۵ سطر ۱۰ پر لکھا ہے:۔

۱۔ "اس آئت میں پہلا لفظ اِنَّ ہے۔ جس میں دو حروف ہیں اسلئے پہلی نماز فجر کی دو ہی رکعتیں جسطرح تھیں

اُسی طرح رہیں"۔

پہلی بسم اللہ ہی غلط: ☆ علامہ صاحب نے غلط لکھا ہے کہ پہلی نماز فجر کی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی رُو سے تاریخ بدلتی ہے غروبِ آفتاب کے بعد جیسے کہ رمضان شریف کی رویتِ ہلال کے بعد جو رات شروع ہوتی ہے۔ وہ رمضان شریف کی پہلی رات ہے۔ اور اُسکے بعد آنیوالا رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اسطرح رمضان شریف کی پہلی نماز شام کی ہے فجر کی نہیں۔ پھر اپنی چیستانی مطلب براری کیلئے علامہ صاحب کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ اپنی اسی کتاب "نماز پنجگانہ کے قرآنی ثبوت" کے صفحہ ۱۴۶ سطر ۲ تا ۷ پر خود بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ پہلے رات آتی ہے اور اُسکے بعد کو آنیوالا دن اس رات کا دن ہوتا ہے۔ یعنی چوبیس گھنٹے کا وقفہ جو یوم کہلاتا ہے غروبِ آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور اگلے دن غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ علامہ صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

"دن کے پہلے کی رات اسی دن کی رات قرار دی گئی ہے۔ اور دن کے بعد والی رات آنیوالے دن کی رات ہوگئی"۔

☆ پس علامہ صاحب کے اپنے الفاظ کے مطابق جو عین قرآنی مفہوم کے حامل ہیں۔ دن رات کا وقفہ (یوم) رات سے شروع ہوتا ہے۔ دن سے نہیں۔ اس لئے پہلی نماز غروبِ آفتاب کے بعد والی ہے۔ پس علامہ صاحب کی بسم اللہ ہی غلط ہے کہ پہلی نماز فجر کی ہے۔ پس اگرچہ علامہ صاحب کا سارا تانا بانا ہی باطل ہے۔ لیکن اگلے نمبروں میں بھی محترم موصوف کی گل افشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ آئت مجیدہ کے دوسرے لفظ الصلوٰۃ کے متعلق علامہ صاحب صفحہ ۱۵۵ سطر ۱۲ پر لکھتے ہیں: "اسکے بعد صلوٰۃ کا لفظ ہے جسمیں چار حروف ہیں۔ فجر کے بعد ظہر کی نماز چار رکعت کی رکھی گئی"۔ واضح رہے کہ آئت مجیدہ کے دوسرے لفظ الصلوٰۃ کے حروف چھ ہیں۔ چار نہیں۔ لیکن علامہ صاحب نے یہاں تو محض مطلب براری کے لئے الصلوٰۃ کو صلوٰۃ بنا کر چھ حرفوں کو چار بنالیا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۵۶ سطر ۱۴ پر جا کر لکھتے ہیں: "الصلوٰۃ کے الف لام عہد کے دو حروف فاضل ہیں۔ اس مناسبت سے ظہر کی نماز کے بعد دو رکعت سنت موکدہ قرار دی گئی ہیں"۔ اسے کہتے اختراع ذہنی کی نادر ترین کوشش۔ محترم موصوف رکعتوں کے ذہنی اختراع کو ثابت کرنے کیلئے بھول گئے ہیں کہ آئت مجیدہ میں کِتٰبًا کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنی ہے فرض کی گئی ہے۔ لیکن علامہ صاحب ہیں کہ لفظ الصلوٰۃ کے حصے بخرے کر کے اسکے الف لام کو سنت اور صلوٰۃ کو فرض قرار دیدیا ہے۔ معاذ اللہ! استغفر اللہ!

۳۔ اس کے بعد آئت مجیدہ کے تیسرے لفظ کَانَتْ کے متعلق اس صفحہ کی سطر ۱۴ پر لکھا ہے: "اسکے بعد کَانَتْ کا

لفظ ہے۔اس میں بھی چار حروف ہیں۔ظہر کے بعد عصر کی نماز ہے۔اسکی بھی چار رکعتیں قرار دی گئی ہیں"۔ واضح رہے چونکہ حقیقت حال کی رو سے پہلی نماز شام کی ہے فجر کی نہیں۔اسلئے علامہ صاحب کی چیستانی شاعری کے مطابق انکی دوسری نماز خفتن کی اور تیسری نماز فجر کی بنتی ہے۔اسلئے اگر بفرض محال رکعتوں سے متعلقہ علامہ صاحب کی شاعری کو ایک سیکنڈ کیلئے صحیح تسلیم کیا جائے تو علامہ صاحب کو حقیقت حال کے مطابق کائنات سے عصر کے نہیں بلکہ فجر کے چار فرض ماننے پڑیں گے۔

۴۔اس کے بعد آئت مجیدہ کے چوتھے لفظ عَلٰی کے متعلق علامہ صاحب نے اسی صفحہ کی سطر ۱۵ پر لکھا ہے۔"اس کے بعد علیٰ کا لفظ ہے۔جسمیں تین حروف ہیں۔عصر کے بعد مغرب کی نماز ہے اسکی تین رکعتیں ٹھہرائی گئیں"۔۔۔۔چونکہ علامہ صاحب پہلی بسم اللہ ہی غلط کر چکے ہیں، اسلئے حقیقت حال کے مطابق علامہ صاحب کی چوتھی نماز ظہر بنتی ہے شام نہیں۔اسلئے علامہ صاحب کو اپنی شاعری کیمطابق تین فرض شام کے نہیں بلکہ ظہر کے ماننے ہونگے۔

۵۔اسکے بعد پانچواں لفظ ہے المومنین جس کے آٹھ حروف ہیں۔لیکن علامہ صاحب غلط مطلب براری کیلئے لکھتے ہیں:۔"اسکے بعد الف لام استغراق کیساتھ المومنین کا لفظ ہے یعنی ہر مومن پر فرض ہے۔مومن کے بھی چار ہی حروف ہیں۔اس لئے عشاء کی نماز چار رکعت کی رکھی گئی"۔۔۔۔۔ دیکھا آپ نے! اسے کہتے ہیں اختراع ذہنی کی نادر ترین کوشش، کہ نمبر ۲ میں تو الصلوۃ کا الف لام الگ کر لیا تھا مگر یہاں المومنین کا الف لام بھی الگ کر دیا ہے اور علامت جمع "ین" بھی۔ غرض اپنا مطلب نکالنا ہے جس طرح بھی نکل سکے۔ معاذ اللہ! استغفر اللہ۔ثم معاذ اللہ! استغفر اللہ:

۶۔چھٹے نمبر پر آئت مجیدہ کا لفظ ہے کتٰباً، جسکے چار حروف ہیں ک۔ت۔ب۔الف۔ 'تا' پر کھڑی زبر ہے۔ علامہ صاحب نے ان چار حروف کو محض مطلب براری کیلئے پانچ ٹھہرالیا ہے۔چنانچہ صفحہ ۱۵۵ کی سطر ۲۱ پر لکھتے ہیں:۔"کتٰبا میں ہیں تو دراصل پانچ حروف مگر قرآنی رسم خط میں کتاب کا الف نہیں لکھا گیا۔اسکی جگہ چھوٹا سا الف' کھڑا زبر جسکو کہتے ہیں' موجود ہے۔ اور اصل اعتبار تو قرآن مجید میں تلفظ کا ہوتا ہے نہ کہ رسم خط کا۔اس لئے کتٰبا کے پانچ حروف ہیں"۔۔۔۔۔ دیکھا آپ نے کہ جہاں چاہا الف اور لام دو دو حروف چھوڑ دیئے۔اور جہاں چاہا کھڑی زبر کا الف بنا کر حروف میں شامل کر لیا۔نیز جو آپ نے شروع میں اختراعی اصول قائم کیا ہے کہ بالترتیب ہر لفظ کے حروف کی تعداد کے مطابق بالترتیب نمازوں کی رکعتیں مرتب کیجائیں۔چھٹے نمبر پر آکر اس پر بھی قائم نہیں رہے چنانچہ نمبر چھ اور سات کے حروف کو بانداز ذیل جمع کر کے مطلب براری کر لی ہے۔

۷۔آئت مجیدہ کا ساتواں لفظ ہے"مَوقُوتاً"جسکے چھ حروف ہیں۔علامہ صاحب نے صفحہ ۱۵۶ سطر ۳ پر لکھا ہے کہ:۔ کتٰبا کے پانچ اور موقوتا کے چھ حروف گیارہ ہوئے۔تہجد کی آٹھ رکعتیں اور تین رکعتیں وتر کی' گیارہ پوری ہوگئیں"۔یہ

ہے علامہ کے نزدیک ''کتبأ موقوتا'' کا معنی۔ العیاذ باللہ! ثم العیاذ باللہ!

کیا کتبأ کا معنی سنت ہے؟ کیوں نہیں۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

☆ اس سے آگے اسی صفحہ ۱۵۶ سطر نمبر ۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔ ''جو تہجد کے عادی نہ ہوں وہ کتبا کے اعداد کے مطابق دو رکعت سنت عشاء اور تین رکعت وتر ضرور پڑھیں''۔۔۔۔ دیکھا آپ نے کہ دو رکعت سنت معنی ہے کتبا کا۔ کون نہیں جانتا کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَام کا معنی یہ ہے کہ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ سنت نہیں قرار دیئے۔ مگر محترم علامہ صاحب ہیں کہ اپنی چیستائی شاعری کی تکمیل کیلئے یہاں کتبا کا معنیٰ فرض نہیں بلکہ سنت بتا رہے ہیں۔ المختصر! کتبا موقوتا کے متعلق علامہ صاحب نے یہاںتک تو یہ تصور دیا ہے کہ اگر کوئی شخص تہجد گزار ہے تو وہ کتبا کی پانچ اور موقوتا کی چھ کل گیارہ رکعتیں، تین وتر کی اور آٹھ تہجد کی پڑھا کرے۔ اور جو تہجد گزار نہیں ہے اسکے لئے صرف کتبا کے خود ساختہ پانچ حروف کے مطابق دو رکعت سنت اور تین رکعت وتر پڑھنے لازم ہیں۔ بالفاظ دیگر موقوتا کا لفظ اس کیلئے نہیں ہے جو تہجد گزار نہیں۔

اور سُنیے گا: ☆ اوپر آپ دیکھ چکے ہیں کہ ''کتبا موقوتا'' کو جمع کر کے تین رکعت وتر اور آٹھ رکعت تہجد بیان کئے ہیں۔ لیکن اسی صفحہ ۱۵۶ سطر ۱۲ پر محترم موصوف نے لکھا ہے کہ:۔ ''تہجد کی نماز آٹھ رکعت بھی ہے اور بارہ رکعت بھی۔ المومنین کے شروع میں الف لام استغراق اور آخر میں ین علامت جمع کو ملا کر تہجد کی بارہ رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں''۔ یعنی علامہ صاحب نے تہجد کی بارہ رکعتیں اسطرح بنائی ہیں کہ اوپر پانچویں نمبر میں جو وقتی مطلب براری کیلئے المومنین کا الف لام اور ین چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں نمبر ۵ کے چھوڑے ہوئے چار حرفوں کو چھ اور سات نمبر والے ''کتبا موقوتا'' کے گیارہ حرفوں میں جمع کر لیا ہے۔ یہ ہو گئے پندرہ۔ پس اسطرح علامہ صاحب نے نمبر ۵ کی کتر بیونت کو نمبر چھ اور سات میں جمع کر کے بارہ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر کی معجون مرکب تیار کی ہے۔ کیا یہ چیستانی اختراع قابلِ داد نہیں؟

کیا قرآن اشاروں اور معموں کی کتاب ہے؟

☆ ارشادِ باری ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی اس آسان قرآن سے نصیحت حاصل کرنے والا **54/17,23,32,40** نیز فرمایا کہ قرآن مفصل ہے **4/114** لیکن علامہ صاحب نے اسی صفحہ ۱۵۶ سطر ۲۱ پر آئت زیر بحث **4/103** کے متعلق لکھا ہے:۔ ''اس آئت میں یہ اشارات رکھ کر (یعنی علامہ صاحب کے بے اصولے اختراعات رکھ کر) فتح جنگ بدر کا شکرانہ ادا

کرنیکا طریقہ بذریعہ وحی غیر قرآنی اپنے رسول کو بتایا۔ یہ ہیں ہمارے محترم تمنا عمادی صاحب جنہوں نے قرآن کریم سے نماز کے روائتی پانچ اوقات ثابت کرنے کیلئے جس دھاندلی کے ساتھ قرآنی آیات کریمات کے حصے بخرے کرنے کا ارتکاب کیا ہے۔ وہی کیا کم تھا۔ قرآن کریم سے طبعزاد پانچ نمازوں کی الگ الگ روائتی رکعتیں ثابت کرنے کیلئے رہی سہی کسر بھی پوری کردی ہے۔ چنانچہ قرآن کے آسان اور مفصل ہونے کے بارے اللہ تعالیٰ کے کثیر اعلانات کو انتہائی بیدردی کے ساتھ روند کر اللہ کے آسان اور مفصل قرآن کو فرقہ باطنیہ کی طرح اشاروں اور معموں کی کتاب بنا کر رکھدیا ہے۔ العیاذ باللہ!

علمی اعتراضوں کے جوابات

☆ اب ہم محترم موصوف کے ان علمی اعتراضات کے جوابات دیں گے جو آپنے پمفلٹ الصلوۃ پر اپنی کتاب میں جگہ بہ جگہ کیے ہیں۔

فرض سنت اور نفل کی روائتی تثلیث: ☆ پیچھے آپ دیکھ چکے ہیں کہ علامہ صاحب نے کسطرح آئت مجیدہ **4/103** کے لفظ کتٰبًا کیساتھ فرض سنت اور وتر کی روائتی تثلیث کو قرآنی ثابت کرنے کیلئے قسم قسم کی قلابازیاں کھائی ہیں۔ حالانکہ عربی ادب کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ کتٰبًا کی معنوی حیثیت صرف فرض کی ہے نہ سنت کی نہ وتر کی۔ اسلئے ہم نے پمفلٹ الصلوۃ کے رکعات صلوۃ کے عنوان میں آئت مجیدہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًاo **4/103** کے متعلق لکھا ہے کہ اس آئت میں صلوۃ کا الف لام استغراقی ہے اور آئت مجیدہ کا معنی یہ ہے کہ:۔ ''بلاشبہ مومنوں پر ساری کی ساری مقررہ اوقات میں فرض ہے۔ (اسکا نہ کوئی حصہ سنت ہے وتر ہے نہ نفل) اس پر فرض سنت نفل کی روائتی تثلیث کی حمایت میں علامہ صاحب نے صفحہ ۱۵۲ سطر نمبر ۱۲ پر لکھا ہے۔ دین اور کتاب اللہ دونوں کیساتھ یہ نہائت افسوسناک خیانت ہے کہ مسلسل آیات میں سے صرف ایک آئت کو لے لیا جائے اور سیاق وسباق سے بے پرواہ ہو کر اسی آئت سے کوئی ایسا مفہوم پیدا کیا جائے جو جمہور امت کے خلاف 'چودہ سو برس کے تعامل متواتر کے خلاف اور عقل کے بھی خلاف ہو''۔ (اقتباس ختم ہوا)

☆ رکعات صلوۃ سے متعلقہ مسلمانوں کے چودہ سو برس کے نام نہاد تعامل متواتر کی مخالفت کا جو طعن دیا گیا ہے وہ ہم پر نہیں بلکہ یہ طعن قرآن کریم پر وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ رکعات صلوۃ کا نام نہاد تعامل متواتر تو ہے فجر کی چار رکعتیں، ظہر کی بارہ، نام نہاد عصر کی چار، نام نہاد مغرب کی سات، اور نام نہاد خفتن کی سترہ، جو قرآن کریم سے مطلقاً ثابت نہیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ علامہ صاحب محترم، آسان ومفصل قرآن کریم کو معموں کی بھول بھلیاں ٹھہرا کر اور قسم قسم کی قلابازیاں کھا کر بھی بالترتیب

چار، بارہ، چار، سات، اور سترہ رکعتیں ثابت نہیں کر سکے اور طعن ہمیں دیا جا رہا ہے۔ العجب!

☆ دوسرے نمبر پر علامہ صاحب نے جو ہمیں مسلسل آیات کریمات کے سیاق و سباق سے بے پرواہی کا طعنہ دیا ہے۔ ہم آپ کے سامنے مسلسل تین آیات کریمات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اُسے بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ کیا اُس سے فرض سنت اور نفل کی تثلیث ثابت ہوتی ہے؟

☆ "جب تم دشمن کے مقابلے کیلئے نکلو تو کوئی حرج نہیں کہ الصلوٰۃ کو کم کر لیا کرو بشرطیکہ تمہیں فتنۂ کفار کا خطرہ ہو۔ بیشک کافر تمہارے ظاہر دشمن ہیں۔ **4/101** اور اے رسول! اگر آپ خود مجاہدوں میں موجود ہوں تو ان کیلئے خود نماز کھڑی کیا کریں۔ (آپکی موجودگی میں کسی اور کو امامت صلوٰۃ کا حق حاصل نہیں) پس چاہئے کہ مجاہدوں کے دو گروہ ہو جائیں۔ ایک گروہ اسلحہ پہنے ہوئے آپ کے ساتھ قیام صلوٰۃ میں کھڑا ہو جائے (اور دوسرا آپکے پیچھے پہرہ دیتا رہے) پھر جب وہ سجدہ کر لیں (یعنی قیام سے لے کر سجدہ تک ایک رکعت ادا کر لیں) تو وہ تمہارے پیچھے (پہرے پر) چلے جائیں۔ اور چاہیے کہ دوسرا گروہ آجائے جس نے نماز ادا نہیں کی، (پہلا گروہ ایک رکعت قصر صلوٰۃ ادا کر چکا ہے) پس چاہئے کہ دوسرا گروہ بھی آپکے پیچھے ساتھ نماز ادا کرلے وہ بھی اپنی زرہیں اور اسلحہ پہنے رہیں۔ کافر یہ چاہتے ہیں کہ تم اسلحہ اور سامان سے غافل ہو جاؤ اور وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ ہاں اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو یا بارش ہو تو اسلحہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن زرہیں پھر بھی پہنے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے شکست کے دردناک عذاب کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ **4/102** پھر جب نماز باجماعت ختم ہو جائے (اور پھر جب جنگ شروع ہو جائے تو دوران جنگ نماز کے وقتوں پر) کھڑے بیٹھے یا لیٹے تم جس پوزیشن میں ہو صرف اللہ کا ذکر کر لیا کرو۔ پھر جب جنگ ختم ہو جائے اور اطمینان میں آجاؤ تو "الصلوٰۃ" (یعنی پوری دو رکعت نماز پورے آداب و شرائط کیساتھ) باقاعدہ ادا کرتے رہو۔ (اس کے ضمن میں بگوشِ ہوش سُن لو کہ میدانِ جنگ میں بھی نماز اس لئے معاف نہیں کی گئی کہ) الصلوٰۃ مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے **4/103**۔ یہ ہے آیت مجیدہ **4/103** کا مسلسل سیاق۔ اب اس کے ضمنی نوٹ ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ علے آیات بالا کے سیاق کے شروع **4/101** میں جو لفظ الصلوٰۃ آیا ہے اس کا الف لام معرفہ ہے۔ یعنی وہی معروف نماز جو **3/113** کے مطابق سابقہ انبیاء سے پڑھی چلی آتی تھی۔ اسکا جتنا حصہ صحیح تھا اس پر عمل قائم رکھا گیا اور جو حصہ اہل کتاب نے ضائع کر دیا تھا۔ اسکی صحت کر دیگئی تھی جیسے کہ ارشاد باری ہے۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ **5/15** اے اہل کتاب بیشک تمہاری طرف ہمارا رسول آ گیا ہے جو تم پر بیان کرتا ہے بہت سا حصہ جو تم نے کتاب سے چھپا لیا ہے۔ اور درگزر کرتا ہے بہت سے حصے سے جسمیں تم نے

کوئی ردوبدل نہیں کیا۔۔۔۔اب قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ دین کا جو حصہ اہل کتاب کے ہاں صحیح چل رہا تھا۔یعنی جسے علیٰ حالہٖ رکھا گیا' اسکی وضاحت بھی قرآن کریم میں کسی دوسرے عنوان کے ماتحت کر دی گئی ہے۔جیسے کہ:۔

☆ ع۲۔ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ 4/102 میں ضمناً بتایا گیا ہے۔کہ نمازی امام کیساتھ کھڑے ہونگے پیچھے نہیں کھڑے ہوں گے۔

☆ م۳۔ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم کے بعد آیا ہے۔فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ 4/102 کے الفاظ میں ضمناً بتا دیا گیا ہے کہ قصر صلوٰۃ صرف ایک رکعت ہے قیام سے سجدہ تک اور پوری صلوۃ ہے دو رکعتیں جو کتٰبا کے مطابق صرف فرض ہیں۔نہ وہ سنت ہیں نہ وتر ہیں نہ نفل۔

☆ ع۴۔ آیات بالا کے اخیر میں جو لفظ الصلوٰۃ آیا ہے، اس کے الف لام کو اگرچہ عہدی ذکری بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن اس پر جو کتٰبا کی قید لگا دی گئی ہے۔اور جس کا معنٰی یہ ہے کہ الصلوٰۃ مومنوں پر فرض کی گئی ہے، اس سے یہ الف لام لازمی طور استغراقی ٹھہرتا ہے کیونکہ کِتٰبا یعنی فرضیت کی قید سے صلوٰۃ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی خواہ وہ مثقال ذرہ سے بھی چھوٹا ہو، ہرگز مستثنےٰ نہیں ہو سکتا۔پوری کی پوری نماز بصورتِ استغراق فرض ہے۔بالفاظِ دیگر صلوٰۃ کے حصے بخرے کرنا بھی قرآن کریم کی انتہائی مخالفت ہے اور کسی حصے کو فرض، اور کسی حصے کو سنت، وتر یا نفل قرار دینا بھی اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا کے قرآنی فیصلے کتٰبا کی تکذیب کا بدترین جرم ہے۔

کیا تعامل متواتر حجت ہوسکتا ہے؟

☆ اب رہا یہ سوال کہ کیا کسی امت کا کوئی متواتر عمل دین میں حجت ٹھہر سکتا ہے؟ اس کا جواب قرآن کریم میں بتکرار کثیر موجود ہے کہ جب بھی کوئی نبی اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا تو اسے قوم نے یہی کہا کہ تو جو کچھ پیش کرتا ہے یہ ہمارے باپ دادوں کے تعاملِ متواتر کیخلاف ہے۔اس لئے ہم تو اسی پر عمل کریں گے۔جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے حتی کہ رسول کو بھی یہی جواب ملا تھا:۔وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا 2/170 اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کی ہے۔تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی (تواتر) کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔بلاغ القرآن نے بھی رسول کی سنت مطہرہ کے مطابق پمفلٹ الصلوۃ میں چونکہ ما انزل اللہ کی اتباع کی نصیحت کی ہے۔جو آباؤ اجداد کے تعامل متواتر کیخلاف ہے۔اس لئے محترم علامہ صاحب نے وہی جواب دیا ہے جو 2/170 میں درج ہے کہ بلاغ القرآن ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے تواتر سے ہٹانا چاہتا ہے۔حالانکہ 2/170 سے ثابت ہے کہ باپ دادا کا تواتر مطلقاً

حجت نہیں، کیونکہ نوع انسانی کا دائمی کردار یہ ہے کہ لوگ انبیاء کی لائی ہوئی تعلیم کیخلاف اپنی مرضی کے مطابق مذہب بنا لیتے تھے جیسے کہ خود اس امت کا بھی یہی حال ہے۔ پھر بڑی موٹی سی بات ہے کہ اگر تواتر حجت ہو سکتا تھا تو پے در پے انبیاء کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف پہلا نبی ہی قیامت تک کیلئے کافی تھا۔ وہ قوم کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے چلا جاتا۔ لوگ قیامت تک اسکی تعلیم کا تواتر قائم رکھتے اور بس۔ لیکن مشاہدہ گواہ ہے کہ ہر نبی کی امت نے اللہ کے دین کو بگاڑا اور بگڑے ہوئے تعامل کو باپ دادوں کا تواتر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نیا نبی بھیج کر ان کے تعامل کو مردود اور ما انزل اللہ کو حجت قرار دیا۔ یہی حال اس امت کا ہے کہ دین کا بگاڑ کر غلط راہ پر گامزن ہیں۔ اور اس بگڑی ہوئی صورت پر باپ دادا کے تعامل متواتر کو دلیل ٹھہراتے ہیں۔ رسولؐ کے بعد چونکہ کوئی نبی آنیوالا نہیں ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے 15/9 کیمطابق قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے جو قیامت تک کے بگڑے ہوئے تواتر کیلئے گھسوٹی کا کام دیتا رہیگا۔ پس علامہ صاحب پر لازم ہے کہ 2/170 کیمطابق تواتر کی نہیں بلکہ اللہ کی کتاب کی اتباع کریں۔

تہجد کی نماز رسول کیلئے بھی نافلہ ہے۔

☆ محترم علامہ صاحب نے صفحہ ۱۵۴ پر طعنہ دیا ہے کہ:۔ تین نمازیں فرض کے علاوہ مصنف الصلوۃ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نماز تہجد کو بھی نفل ہی لکھ رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ محترم موصوف نے ذیل کے قرآنی الفاظ پر غور نہیں کیا:۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ 17/79 اور اے رسول! رات کے ایک حصے میں بھی آپ نماز کیلئے اٹھا کریں سونے کے بعد یہ آپ کیلئے نافلہ ہے۔ ان الفاظ قرآنیہ کیمطابق تہجد کی نماز کو رسول کیلئے خود اللہ تعالیٰ نے نافلہ کہا ہے۔ ہم نے اپنی طرف سے نہیں کہا۔ یہ محترم علامہ صاحب ہی کا حصہ ہے کہ سنت اور وتر وغیرہ کو جن کا قرآن کریم میں صلوۃ کے ضمن میں ذکر تک نہیں، قرآن کریم سے ثابت کرنے بیٹھ گئے۔ اور ہر مقام پر نام نہاد غیر قرآنی وحی کا سہارا لیتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ 36/69 میں نفی اثبات کے حصر کیساتھ اعلان کر دیا گیا ہے کہ قرآن کے سوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کسی اور چیز کی تعلیم ہرگز ہرگز نہیں دی تھی:۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی وہ اسکے شایانِ شان ہے۔ (جو ہم نے تعلیم دی ہے) نہیں ہے وہ تعلیم مگر صرف ہمارا نصیحت نامہ یعنی خود بیان کرنیوالا قرآن ہے۔

☆ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ میں نفی اثبات کا حصر ہے۔ 'ان' نافیہ اور 'الا' استثنائیہ ہے۔ اور 'ھو' کی ضمیر علمنہ میں مضمر مصدر تعلیم کی طرف پھرتی ہے۔ اب اگر محترم علامہ صاحب اس محکم حصر کو توڑ کر غیر قرآنی وحی کی رٹ لگاتے چلے جائیں تو اس کے جوابدہ قیامت کو وہ ہونگے ہم نہیں۔

رجوع الی المطلب: ☆ اب آیئے نماز تہجد نافلہ کے ضمن میں علامہ صاحب کے اس سوال کی طرف کہ اگر تہجد کی صلوۃ نافلہ ہے تو الصلوۃ کا الف لام استغراقی کس طرح رہا۔ علامہ صاحب نے یہ سوال صفحہ ۱۵۴ سطر نمبر ۶ پر کیا ہے۔ اس سوال کا ذیل کا جواب خود علامہ صاحب نے ہماری طرف بصورت بہتان منسوب کیا ہے کہ وہ کہیں گے کہ تہجد کا حکم عام مخصوص البعض ہے۔ ہم محترم سے دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ گستاخی معاف! بہتان تراشی کوئی اچھا کردار نہیں۔ ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ تہجد کی نماز پر بھی کتٰبًا کی قید موجود ہے۔ لیکن اُسے رسولؐ کیلئے نافلہ فرمایا ہے یعنی نماز تہجد رسولؐ پر بصورت نافلہ فرض تھی۔ اگر آپ کے پاس کسی ایسی نفل نماز کی دلیل موجود ہے جو بصورت نافلہ فرض ہو تو **فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**۔ ہمارا سر تسلیم ہر قرآنی حکم کے سامنے خم ہے۔ لیکن اگر آپ غیر قرآنی وحی کے ذریعہ کچھ منوانا چاہیں۔ تو سنیئے کہ **36/69** کیمطابق غیر قرآنی وحی ہے ہی کوئی نہیں۔ اور **7/3** کیمطابق وحی کے بغیر کوئی چیز نہ واجب الاتباع ہے نہ دین میں حجت۔

مِن ابتدائیہ: ☆ محترم علامہ صاحب نے صفحہ ۱۵۴ سطر ۷ پر لکھا ہے۔ مصنف (پمفلٹ) الصلوۃ کو اصطلاحی چند الفاظ یاد ہیں۔ جن کا بے محل استعمال کرتے رہتے ہیں۔ واؤ تفسیر، مِن ابتدائیہ، الف لام استغراق، اور منصوب بنزع خافض، پھر جملوں کی ترکیب نحوی بھی لکھتے ہیں۔ شاید عام مخصوص منہ البعض کی اصطلاح بھی کسی سے سن لی ہوگی''۔ جواباً عرض ہے کہ ان چھ اعتراضوں میں سے علامہ صاحب نے اپنے پہلے اعتراض متعلقہ واؤ تفسیر، اور چوتھے اعتراض منصوب بنزع خافض، ان دونوں کی کوئی مثال پیش نہیں کی کہ ان کا اسطرح بے محل استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ ہم اُنکا جواب بھی درج کر دیتے۔ آپ کا پانچواں اعتراض ہے ترکیب نحوی کا۔ لیکن آپنے کوئی نشاندہی نہیں فرمائی کہ فلاں جملے کی ترکیب نحوی غلط کی گئی ہے۔ اسلئے ثابت ہوا کہ ان چھ میں سے پہلا، چوتھا اور پانچواں تین اعتراض، صرف اعتراض برائے اعتراض کے طور پر اعتراضوں کی تعداد بڑھانے کیلئے بلا دلیل درج فہرست کر دیئے گئے ہیں۔

☆ باقی رہا تیسرا اور چھٹا اعتراض یعنی الف لام استغراق اور حکم عام مخصوص منہ البعض کا، ان دونوں کے جوابات سطور بالا میں دیئے جا چکے ہیں، اسطرح صرف ایک اعتراض باقی رہا دوسرے نمبر والا یعنی مِن ابتدائیہ کا۔ اسکی بھی کوئی نمایاں مثال محترم موصوف نے نہیں پیش کی۔ لیکن ہمیں آپکی ایک دوسری تحریر سے معلوم ہے کہ آپکو صلوٰۃ سے متعلقہ آیات نمبر **50/40** کے الفاظ من الیل اور **20/130** کے الفاظ من اناءی الیل کے ہمارے ترجمے پر اعتراض ہے کہ یہاں مِن ابتدائیہ نہیں ہے۔ ہر دو آیات کا ہمارا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ اور تسبیح صلوٰۃ ادا کیجئے اپنے رب کی حمد کیساتھ سورج نکلنے سے پہلے

☆ اور تسبیح صلوٰۃ ادا کیجئے اپنے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے اور رات کی ابتدائی گھڑیوں میں 50/39-40
رب کی حمد کیساتھ سورج نکلنے سے پہلے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے اور رات کی ابتدائی گھڑیوں میں 20/130

☆ ہمارے پاس مِن ابتدائیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی وقت کی ابتداء کیلئے بھی مِنْ کا لفظ آتا ہے جیسے کہ فجر کے وقفہ کی ابتداء بتانے کیلئے آیا ہے:۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ 2/187 یہاں جلی لکھا ہوا خط کشیدہ من ابتدائیہ ہے۔ جسمیں وقفہ فجر کی ابتدا بتائی گئی ہے۔ پوہ کا پھٹنا، اور یہاں من الفجر کا معنی ہے فجر کی ابتدا اور آئت مجید کا مفہوم یہ ہے روزوں کی راتوں میں اسوقت تک کھاپی لیا کرو حتی کہ تمہارے لئے رات کی سیاہ دھاری میں سے دن کی سفید دھاری نمایاں ہو جائے، جو فجر کی ابتداء ہے اسی طرح وَ مِنَ الَّيْلِ اور مِن اٰنَآئِ الَّيْلِ کا مفہوم ہے رات کا ابتدائی حصہ رات کی ابتدائی گھڑیاں۔۔۔۔۔۔ واضح رہے کہ اٰنَآئِ الَّيْلِ کے مرکب اضافی میں مضاف ہے اناء جس کا سہ حرفی مادہ ہے ا۔ن۔ی۔ جس کا بنیادی معنی قربت ہے۔ اَنیٰ وہ قریب آیا اَلَمْ يَاْنِ 57/19 کیا وہ وقت قریب نہیں آیا۔

☆ اہل قواعد کے ہاں من ابتدائیہ کیلئے اِلٰی انتہائیہ کے محلہ کا درود لازم ہے۔ لیکن قرآن کریم اہل قواعد کی کمیوں کی خبر دیتا ہے۔ اور اپنی قواعد خود بیان کرتا ہے۔ جیسے کہ اوپر 2/187 میں من الفجر کے الفاظ میں من ابتدائیہ بلا درود صلہ الٰی آیا ہے۔ محترم علامہ صاحب کو اپنے تبحرِ علمی پر ناز ہے لیکن ہمارے لئے قرآن کریم کی رہنمائی کافی ہے۔ بیچارے علماء کرام کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم کو پس پشت پھینک کر اپنے اپنے علم پر ناز کرتے ہوئے قوم کو فرقہ بندی کی اُن دلدلوں میں پھینک دیا ہے جن سے انکا نکلنا محال کی حدوں تک پہنچ چکا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو فرقوں میں کس نے تقسیم کیا ہے؟ حالانکہ 30/31-32 کیمطابق فرقہ بندی شرک ہے۔ اسکا جواب ہے، اپنے اپنے علم پر فخر کرنیوالے علماء نے۔

قرأتِ نماز کا مسئلہ: ☆ افسوس ہے کہ قرأت صلوٰۃ کے مسئلہ کو علامہ صاحب نے ایک کھلی علمی خیانت کے ذریعہ آبائی تواتر سے اسطرح ہم آہنگ کر رکھا ہے کہ نماز میں غیر قرآن پڑھنا درست ہے اور جہاں سے چاہیں قرآن پڑھ بھی سکتے ہیں ہمارے خلاف علامہ صاحب نے وحی غیر متلو کے ضمن میں ایک مضمون فاران کراچی کی جنوری ۱۷ء کی اشاعت میں شائع کرایا تھا۔ جس کے صفحہ ۲۴ سطر ۲۳ پر آپنے اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ 29/45 کا معنی خود لکھا ہے۔ اس کتاب سے جو وحی تمہارے طرف کی گئی ہے اُسکی تلاوت کیا کرو اور نماز قائم کرو' اِس سے آگے لکھتے ہیں:۔''اس آئت میں دو کاموں کا حکم دیا گیا ہے پہلا حکم اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ کا ہے یعنی حکم

دیا جارہا ہے اُس کتاب سے جو وحی تمہارے طرف کی گئی ہے تلاوت کیا کرو۔۔۔۔اور پھر متصلاً اُس کے بعد ہی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کا دوسرا حکم یہ ظاہر رہا ہے کہ نماز میں بھی قرآن مجید کی تلاوت ہونی چاہیے اور اَقِمْ سے یہ اشارہ سمجھا گیا کہ تلاوت قرآن صرف قیام میں ہونی چاہیے"۔(اقتباس ختم ہوا)۔

افسوس ہے کہ علامہ صاحب نے اِس اقتباس میں سب سے بڑی علمی خیانت یہ کہ ہے کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ سے صرف قیام صلوٰۃ کا حکم مراد لیکر تلاوت قرآن کو صرف قیام صلوٰۃ کیساتھ مختص کر کے باقی ارکان صلوٰۃ رکوع اور سجدہ کو صلوٰۃ سے سے خارج کرنے کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ **11/114** اور **17/78** میں بھی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ہی کے الفاظ آئے ہیں جن میں پوری صلوٰۃ قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صلوٰۃ کے صرف ایک رکن یعنی صرف قیام کا نہیں۔ پھر قیام میں بھی آپ صرف قرآن نہیں بلکہ قرآن اور غیر قرآن کی معجون مرکب کی تلاوت فرماتے ہیں۔ روایتی ثنا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ جو قیام میں پڑھی جاتی ہے کیا یہ قرآن کریم میں موجود ہے؟ جب موجود نہیں تو پھر اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ کی قرآنی مخالفت کے کیا معنے؟

نماز میں صرف قرآنی دعائیں پڑھنا ہی حکم اللہ بھی ہے اور سُنتِ رسول اللہ بھی

☆ سورۃ جن میں ارشاد ہوا ہے:۔ وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا o وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا o قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا o**72/18-20** اور یہ کہ نماز کے اوقات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس تم نماز میں اللہ کیساتھ کسی اور سے مت دُعا کیا کرو۔ اور یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ (محمد) قیام صلوٰۃ میں کھڑا ہوتا ہے تو صرف اُسکے حضور دعا کرتا ہے۔ اور قریب ہے کہ لوگ اس کے گرد حلقہ حلقہ بن کر کھڑے ہو جائیں۔ اے رسول! آپ اعلان کر دیجئے گا کہ سوائے اسکے اور کوئی بات نہیں کہ میں نماز میں اپنے رب کے حضور میں صرف دعائیں کرتا ہوں۔ اور اُسکے ساتھ کسی اور کو ہرگز شریک نہیں کرتا۔

اب غور فرمائیں کہ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّىْ میں اِنَّمَا کے محکم حصر کیساتھ رسول کا اعلان درج ہے کہ آپ نماز میں دعائیں کیا کرتے تھے۔ پس آئت بالا کے دلائل قاطعہ کی رُو سے نماز میں قرآن کریم کی وہ آیتیں پڑھنا جو دعائیہ الفاظ پر مشتمل نہیں، نہ حکم اللہ ہے نہ سنت رسول، واضح رہے کہ الگ الگ قرآنی آیات کی تلاوت کے الگ الگ موقعے اور محل ہیں نکاح و طلاق کی آیتیں وہاں پڑھ کر سنانی لازم ہیں جہاں کوئی نکاح یا طلاق ہو رہا ہو۔ اسی طرح وراثت کے مسائل وہاں سنانے چاہیں جہاں کسی متوفی کی تقسیم وراثت کا موقع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو رسول کو حکم دیا تھا:۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ یہ

خطاب صرف کافروں سے کیا جانیوالا تھا۔ اور جو یہ حکم ہوا۔ قُل یٰاَیُّھا الَّذِین اٰمنوا تو یہ خطاب مومنوں کو ہونا تھا۔ نہ کہ اُلٹا نماز میں کھڑے ہوکر نکاح وطلاق حیض ونفاس اور تقسیم وراثت کے مسائل کی تلاوت شروع کر دی جائے، اور یا قُل یٰاَیُّھا الَّذِین اٰمنوا اور قُل یٰاَیُّھا الَّذِین کَفَرُوا کے خطابات حضورِ الٰہی میں دہرائے جانے لگیں۔

نیز کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی نے تو رسول کو قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحد کا حکم اور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر کی خبر دی ہو۔ مگر رسول مقبول نے اپنے حصریہ اعلان اِنَّمَآ اَدْعُوا رَبِّی کے خلاف مذکورہ بالا امر اور خبر کے الفاظ نماز میں دُہرانے شروع کر دیئے ہوں۔ اگر ہمارے محترم علامہ تمنا عمادی صاحب کو رسولؐ کے حصریہ اعلان اِنَّمَآ اَدْعُوا رَبِّی پر یقین نہیں، نیز اگر یہ انتہائی موٹی عقل کی بات بھی اُنکی سمجھ میں نہیں آتی کہ نماز مقام ہے حضورِ الٰہی میں حاضری کا، تو کیا اس خالق و مالک کے حضور میں رسولؐ کے اعلان اِنَّمَآ اَدْعُوا رَبِّی کیمطابق رَبَّنَا رَبَّنَا کے خطاب پر مشتمل قرآنی دعاؤں کی تلاوت کرنی چاہیئے، یا اُسکے حضور میں عام قرآن کی تلاوت کے غیر قرآنی عقیدہ کیمطابق قارون وہامان اور فرعون و نمرود کے قصوں کی تلاوت شروع کر دینی چاہیئے۔ ایسی صورت میں ہم محترم علامہ کے معاملہ کو یہ کہہ کر اللہ تعالٰی کے سپُرد کرتے ہیں۔ مَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ۔

☆ کون ہے جو مرگ والے گھر میں جا کر مبارکباد کہے اور شادی والے گھر میں جا کر کہے کہ اچھا جی اللہ کی مرضی۔ معاشرہ میں ہر مقام کے مطابق مناسب حال کلام کرنے سے کسی کو بھی انکار نہیں مگر صرف نماز ہی ایک ایسا مقام ہے جس میں موقع محل کے خلاف حضورِ الٰہی میں رَبَّنَا رَبَّنَا سے شروع ہونے والی قرآنی دعاؤں کی بجائے حیض ونفاس، نکاح وطلاق کی آیتیں، کافروں مومنوں کے حالات اور فرعون وہامان کے قصے سُنانا صحیح مانا جا چکا ہے۔ اور بڑی دیدہ دلیری یہ کہ اسے سنت رسول قرار دیا جاتا ہے۔ (فَاعْتَبِرُوا یٰاُولِی الْاَبْصَار)

ادارہ بلاغ القرآن 110۔ این سمن آباد لاہور فون:7551559

REGD. NO. LRL 79

بسم الله الرحمن الرحيم

THE REGULATION (INSTITUTION) AND THE OBJECTS (AIMS & PURPOSE) OF BALAGH-UL-QURAN

BALAGH-ULQURAN intends that:]

Sovereignty, in the world, rests with Allah's Book (The Quran). Only Allah has the right to rule over humanbeings.

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۱۲:۴۰

Right of Sovereign power rests with Allah only. He has commanded that you serve,none but HIM (In other words you should not obey anybody except Allah). This system of life is firm and stable.

The Quran has declared this system of life (Ad-Deen) as Al-Islam.

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (۳:۱۹)

Surely the Deen with Allah is Al-Islam.

Islam is in fact a way of life, a social system, a polity, a code of life. If it is implemented in a society' i.e, if a state (a self governing country) is established in accordance with Islam, the individuals of the society would be free from fear and grief.

HENCE THE REGULATION OF BALAGH-UL-QURAN IS DEEN-E-ISLAM

And its determination is:

The implementation of Deen-e-Islam or the Quranic Social order. Consequently the OBJECTS of the BALAGH-UL-QURAN are:

(1) Not only to convey the teachings of Islam to the people but to put the invitation before the people (who receive the voice of Balagh-ul-Quran) to ponder and observe everything minutely.

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۖ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا (۳۴:۴۶) (a)

ادارہ بلاغ القرآن ۱۱۰ - این سمن آباد لاہور